جلد ٦ | اگست ١٩٦٥ء | شمارہ ٨

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ چھ روپے | فی پرچہ ٦٠ پیـ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

اگست سنہ ۱۹۶۵ء

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:- چھ روپے ❊ فی پرچہ:- ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

ناشر چوہدری محمد ابراہیم ؛ مطبع ضیاء الاسلام پریس ؛ مقام اشاعت :- دفتر ماہنامہ انصار اللہ دارالصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۶ ○ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ ○ شمارہ ۸

اگست ۱۹۶۵ء

انصار اللہ کی اہم ذمہ داری!

تربیتِ اولاد

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں سورہ مریم رکوع ۴ میں فرماتا ہے:۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰىٓ اِنَّهٗ كَانَ
مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ وَ
نَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ
الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ۝ وَ
وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ
هٰرُوْنَ نَبِيًّا ۝ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ
اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ
رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ
بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ
رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ۝ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ

اور تو قرآن مجید کے مطابق موسیٰؑ
کا ذکر کر وہ ہمارا منتخب بندہ تھا اور رسول اور
نبی تھا۔ اور ہم نے موسیٰؑ کو طُور کی دائیں طرف
سے پکارا۔ اور اس کو اپنے اسرار بتاتے ہوئے اپنے
قریب کر لیا۔ اور ہم نے اُس (یعنی موسیٰؑ) کو اپنی
رحمت سے اس کا بھائی ہارون نبی بنا کر امداد گار کے
طور پر دیا۔ اور تُو قرآن کے مطابق اسمٰعیل کا بھی ذکر
کر وہ بھی یقیناً سچے وعدوں والا تھا اور رسول اور
نبی تھا اور اپنے اہل کو نماز اور زکوٰۃ کی تاکید کرتا رہتا تھا
اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ وجود تھا اور تُو قرآن

اِدْرِیْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا
وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِیًّا ۝ اُولٰٓئِكَ
الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ
النَّبِیّٖنَ مِنْ ذُرِّیَّةِ اٰدَمَ وَ
مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّیَّةِ
اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْرَآءِیْلَ وَمِمَّنْ
هَدَیْنَا وَاجْتَبَیْنَا اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ
اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِیًّا
فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ
اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ
فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا اِلَّا مَنْ تَابَ
وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ
یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا یُظْلَمُوْنَ
شَیْئًا ۝

(سورہ مریم)

کی رو سے ادریس کا بھی ذکر کر وہ بھی صدیق نبی تھا۔ اور ہم نے اسے نہایت اعلیٰ مقام تک پہنچایا تھا۔ یہ سب کے سب وہ لوگ تھے جن پر خدا تعالیٰ نے نبیوں میں سے انعام کیا تھا۔ اُن (نبیوں) میں سے جو آدم کی اولاد تھے اور جو ان لوگوں کی اولاد تھے جن کو ہم نے نوحؑ کے ساتھ کشتی میں بچایا اور ابراہیمؑ اور یعقوبؑ کی (اولاد تھے) اور ان (لوگوں) میں سے تھے جن کو ہم نے ہدایت دی اور اپنے لئے منتخب کر لیا جب ان کے اوپر خدائے رحمٰن کا کلام پڑھا جاتا تھا تو وہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے زمین پر گر جاتے تھے پھر ان کے بعد ایک ایسی نسل آئی جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ گئے پس وہ عنقریب گمراہی کے مقام تک پہنچ جائیں گے سوائے اس کے جو توبہ کرے گا اور ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائیگا

(تفسیرِ صغیر ص ۲۳-۶۲۲)

ان آیاتِ شریفہ میں اللہ تعالیٰ اپنے چند ایک راستباز اور مقرب بندوں کا ذکر فرماتا ہے اور اُن کی خصوصیات اور اوصاف بیان فرماتے ہوئے ان کی فدائیت اخلاص اور ایمان کی تعریف کرتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے قرآن مجید میں ان بزرگوں کے متعلق جو کچھ بیان فرمایا ہے وہی حقائق پر مبنی اور درست ہے اس کے مطابق اور اس کی رو سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جائزہ لو تو یہ امر ثابت ہو جائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب اور چنے ہوئے بندے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت عطا فرماتے ہوئے اپنے قرب سے نوازا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارونؑ بھی اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے اور اس کے نبی تھے۔ اسی طرح قرآن مجید کی رو سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اخلاص کو دیکھو جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے فدائیت و فنائیت کے جو وعدے کئے تھے انہیں پورا کیا اور وہ اپنی ذات ہی میں اخلاص کے پتلے نہ تھے بلکہ انھوں نے اپنے اہل و عیال کو بھی اس رنگ میں رنگین کرنے کی پوری کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ

نے انہیں جن جن انعامات سے نوازا ان کا ذکر کر کے وہ اپنے اہل و عیال کو بھی تاکید کرتے کہ وہ بھی خدا تعالیٰ کے مخلص بندے بنتے ہوئے عبادت گزار بنیں اور اس کی راہ میں اپنے اموال خرچ کریں۔ ان اوصافِ حمیدہ کی وجہ سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کو بے حد محبوب تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن مجید کی رو سے حضرت ادریسؑ کی زندگی پر نظر ڈالو جو خدا تعالیٰ کے پیارے نبی تھے اور جنہیں ان کے اخلاص اور ایمان کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے روحانیت میں ایک بلند مقام عطا فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم، حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی اولاد میں سے اور لوگوں کو بھی چنا۔ ان پر اپنی معرفت کے دروازے کھولے اس طرح کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے نشانات دیکھتے اور اس کا کلام سنتے تو عجز و انکسار کے ساتھ اس کے حضور سربسجود ہو جاتے اور گریہ و زاری کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان اور اخلاص کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ انہیں اپنے پاس سے اجرِ عظیم دے گا۔ مگر کچھ نیک لوگ ایسے ہوتے ہیں جو خود اللہ تعالیٰ کی راہ میں سب کچھ فدا کرنے پر تیار رہتے ہیں اور خود تو اللہ تعالیٰ کے مخلص اور مقرب بندے ہوتے ہیں مگر وہ اپنی اولاد کو اس رنگ میں رنگین کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ ان کے عقائد درست کرنے کی کوشش نہیں کرتے نہ ہی انہیں عبادت گزاری کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو جو انعام کئے ہیں ان کا ذکر کر کے ان میں بھی اپنے جیسا ایمان پیدا کرنے کے لئے تمام تر وسائل کو وہ کام میں نہیں لاتے کبھی شفقتِ پدری کی وجہ سے اس خیال سے کہ ابھی بچہ ہے آرام کرلے نمازوں اور عبادتوں کے لئے ابھی کافی عمر پڑی ہے انہیں بچپن سے ہی عبادت گزاری کی عادت نہیں ڈالتے کبھی اس حسن ظن کی وجہ سے جو اکثر والدین کو اپنی اولاد سے ہوتا ہے انہیں اس کی خوبیاں ہی نظر آتی ہیں اور اولاد کی کمزوریاں نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نماز اور عبادت گزاری کی طرف سے بچے غافل ہو جاتے ہیں ان کی اہمیت کا انہیں احساس نہیں ہوتا۔ صحیح عقائد ان پر منکشف نہیں ہوتے اس لئے اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اسکی قدرتوں اور اسکی معرفتوں کے متعلق ان کا تصور ادھورا اور ناقص رہ جاتا ہے اس کی وجہ سے وہ اپنے مذہبی فرائض کی ادائیگی اور عبادت گزاری میں سست ہو جاتے ہیں اس کی راہ میں فدائیت کا رنگ اختیار نہیں کرتے ان کے اخلاص و ایمان میں کمی رہ جاتی ہے جب نئی پود کی عدم تربیت کے نتیجہ میں اس کی ایمانی کیفیت یہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا۔ ان نیک لوگوں اور خدا کے مقربوں کے بعد ایک ایسی نسل آ جاتی ہے جو نمازوں اور دعاؤں سے غافل ہوتی ہے۔ اور بجائے دین کی خدمت اور روحانی درجات اور خدا کی معرفت کے حصول کے لئے کوشش کرنے کے وہ لہو و لعب میں مشغول ہو جاتی ہے رفتہ رفتہ وہ گمراہی تک جا پہنچتی ہے۔ اس طرح وہ ان نعمتوں ان انعامات اور خدا کے فضلوں اس کی رحمتوں اور اس کے قرب کو کھو بیٹھتی ہے جن سے اخلاص ایمان اور فدائیت کی وہ

سے اس نسل کے آباء مشرف تھے

اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان ہے ہم ناچیز بندوں پر جو خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیہ جماعت میں داخل ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل پھر سے اسلام کی حقانیت و صداقت کو پایا اور اس طرح ایک نئی زندگی پائی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے دہریت و الحاد اور مادیت کے اس دور میں محض اپنے فضل سے اپنی معرفت عطا فرمائی اور اپنے قرب سے نوازا ہے اور اس طرح حقیقی راحت اور دلی تسکین کی دولت سے مالا مال کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا سب کچھ فدا کرنے کے لئے تیار ہیں بلکہ اس کے فضل سے کم و بیش سبھی عملاً اس کی خاطر قربانی دے رہے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا انعام ہے جس سے اس نے ہمیں نوازا ہے اس احسان عظیم پر ہم اللہ تعالیٰ کا جس قدر بھی شکر ادا کریں کم ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ امر بھی مدنظر رکھنا چاہیئے کہ احمدیت قبول کرکے ہم نے اپنے اوپر ایک بہت بڑی ذمہ داری عاید کر لی ہے۔ دنیا بھر کو اللہ تعالیٰ کے حقیقی چہرہ سے روشناس کرانا اس سے ملانا اور اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا یہ عظیم کام ایک نسل کا نہیں بلکہ اس کے لئے عرصہ دراز تک مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہوگی لیکن اگر خدانخواستہ ہماری آئندہ نسلوں کو اس عظیم ذمہ داری کا احساس نہ ہو اس عظیم انعام کی قدر نہ ہو جو خدا تعالیٰ نے ہم پر کیا ہے صحیح عقاید ان کے دلوں میں پوری طرح راسخ نہ ہوں۔ احمدیت اور اسلام کی صداقت و حقانیت کے دلائل سے پوری طرح واقف نہ ہوں اس کے نتیجہ میں ان میں عملی کمزوریاں رہ جائیں۔ دین کی خاطر وقف اور خدمت کا حسب سابق ان میں شدید جذبہ قائم نہ رہے اور اس طرح ان کے اخلاص و ایمان کا معیار خدانخواستہ کم ہو جائے اور وہ ان عظیم ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے قابل نہ ہوں جو قبول احمدیت کی وجہ سے ان پر عاید ہوتی ہیں تو ہم اس مقصد عظیم کو کیسے حاصل کر سکیں گے جو ہمارا مطمح نظر اور مقصد اولی ہے۔ پس ہم میں سے ہر ایک فرد کو اس ذمہ داری کا شدید احساس ہونا چاہیئے جو تربیت اولاد کے سلسلہ میں ہم پر عاید ہوتی ہے۔ دنیوی معاملات میں ہم اپنے بچوں کے لئے اپنی نسبت بہت زیادہ بلند نصب العین متعین کر لیتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ ہماری نسبت ہمارے بچے بہت زیادہ ترقی کریں اور بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہو جائیں ہمارے دلوں میں اپنے بچوں کے لئے یہی تڑپ اور یہی خواہش روحانی معاملات میں بھی اسی شدت کے ساتھ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہونی چاہیئے اور اسی کے مطابق ان کی صحیح تربیت کرنی اور ٹریننگ دینی چاہیئے تا ہمارے بچے فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا کی بجائے اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا کے ہر طرح اور ہر پہلو سے مصداق ہوں خدا تعالیٰ کے حضور جھکنے والے اور عمل صالح بجا لانے والے اور اللہ تعالیٰ کے انعامات

کے وارث ہمارے لئے راحت قلب اور دلی سکون اس امر میں ہو کہ ہمارے بچے بھی اللہ تعالیٰ کے حضور جھکیں۔ اس کی رضا کی راہوں پر چلیں اور التزام کے ساتھ ایسے اعمال بجالائیں جو خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے والے ہوں۔ تا وہ فلاح دارین حاصل کریں اور دونوں جہانوں میں جنت کی زندگی گزاریں۔ اے اللہ تو ایسا ہی کر کہ تیرے لئے یہ کوئی مشکل امر نہیں۔ آمین۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسے لوگوں کے متعلق جنہیں تربیت اولاد کی فکر نہیں ہوتی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اولاد کی خواہش تو بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ اولاد کی تربیت اور ان کو عمدہ اور نیک چلن بنانے اور خدا تعالیٰ کے فرمانبردار بنانے کی سعی اور فکر کریں۔ نہ کبھی ان کے لئے دعا کرتے ہیں اور نہ مراتب تربیت کو مدنظر رکھتے ہیں" (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۳۷۲)

نیز حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

"بہت سے والدین ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو بری عادتیں سکھا دیتے ہیں ابتداء میں جب وہ بدی سیکھنے لگتے ہیں تو ان کو تنبیہہ نہیں کرتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دن بدن دلیر اور بے باک ہوتے جاتے ہیں" (صفحہ ۳۷۲ - ۳۷۳)

اسی سلسلہ میں حضور مزید فرماتے ہیں:-

"حاصل کلام یہ ہے کہ لوگ اولاد کی خواہش تو کرتے ہیں مگر نہ اس لئے کہ وہ خادم دین ہو بلکہ اس لئے کہ دنیا میں ان کا کوئی وارث ہو اور جب اولاد ہوتی ہے تو اس کی تربیت کا فکر نہیں کیا جاتا نہ اس کے عقاید کی اصلاح کی جاتی ہے اور نہ اخلاقی حالت کو درست کیا جاتا ہے"

(صفحہ ۳۷۳)

جیسا کہ حضور علیہ السلام نے مندرجہ بالا ارشادات میں فرمایا ہے تربیت اولاد کے لئے ظاہری ذرائع کے ساتھ ساتھ والدین کی دلی دعاؤں کی بھی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ صحیح راہنمائی ہدایت اور دلوں کی کنجی اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنا دستور بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۳۷۲)

پس ہمیں بھی اپنی اولاد کی صحیح تربیت کی ہمیشہ فکر رہنی چاہیئے۔ انہیں باجماعت نمازوں میں باقاعدگی

کے کاموں میں شغف تلاوت قرآن مجید اور اس کے مطالب و معانی سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے اور کثرت کے ساتھ ذکر الٰہی کرنے، تسبیح و تحمید اور درود شریف پڑھنے اور دعاؤں پر زور دینے کی بار بار تلقین کرتے رہنا چاہیئے تا ان نیک باتوں میں ہمارے بچے تساہل سے کام نہ لیں۔ اس کے ساتھ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور بچوں کی اصلاح تربیت اور فلاح دارین کے لئے دلی دعاؤں سے کام لیتے رہنا چاہیئے۔ کہ بچوں کے حق میں والدین کی دعائیں اللہ تعالیٰ کے حضور مستجاب ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق دے۔ آمین۔ نیز کثرت کے ساتھ ربّنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انّک انت الوھّاب کی دعا پڑھتے رہنا چاہیئے۔ ربنا تقبّل منّا انّک انت السّمیع العلیم۔ (محبوب عالم خالد)

اولاد کا حقیقی ورثہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ھیں:-

"بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ اولاد کے لئے کچھ مال چھوڑنا چاہیئے۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ مال چھوڑنے کا تو ان کو خیال آتا ہے مگر یہ خیال ان کو نہیں آتا کہ اس کا فکر کریں کہ اولاد صالح ہو طالح نہ ہو۔ مگر یہ وہم بھی نہیں آتا اور نہ اسکی پرواہ کی جاتی ہے۔ بعض اوقات ایسے لوگ اولاد کے لئے مال جمع کرتے ہیں اور اولاد کی صلاحیت کی فکر اور پروا نہیں کرتے۔ وہ اپنی زندگی ہی میں اولاد کے ہاتھوں سے نالاں ہوتے ہیں اور اسکی بد اطواریوں سے مشکلات میں پڑ جاتے ہیں اور وہ مال جو انہوں نے خدا جانے کن کن حیلوں اور طریقوں سے جمع کیا تھا آخر بدکاری اور شراب خوری میں صرف ہوتا ہے اور وہ اولاد ایسے ماں باپ کے لئے شرارت اور بدمعاشی کی وارث ہوتی ہے۔" (الحکم ۱۰ نومبر ۱۹۰۵ء)

:- کلمات طیّبات حضرت مسیح موعود علیہ السّلام :-

والدین کی دعا کو بچّوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے

انہیں چاہیئے کہ بچوں کے لئے سوزِ دل سے دعا کرنے کو ایک حزب مقرر کرلیں

ایک مرتبہ ایک دوست نے اپنے بچے کو مارا۔ اس اطلاع سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہت قلق ہوا۔ حضورؑ نے انہیں بلایا۔ جب وہ حاضر ہوئے تو حضورؑ نے انہیں مخاطب کرکے ایک دردانگیز تقریر فرمائی جس میں تربیت اولاد کے ایک سنہری گُر پر بڑے ہی دل نشین انداز میں روشنی ڈالی۔ حضورؑ کی یہ نہایت ہی اہم تقریر افادۂ عام کی غرض سے ذیل میں ہدیۂ قارئین کی جا رہی ہے۔ (ادارہ)

"میرے نزدیک بچوں کو یوں مارنا شرک میں داخل ہے گویا بدمزاج مارنے والا ہدایت اور ربوبیت میں اپنے تئیں حصہ دار بنانا چاہتا ہے۔ ایک جوش والا آدمی جب کسی بات پر سزا دیتا ہے اشتعال میں بڑھتے بڑھتے ایک دشمن کا رنگ اختیار کرلیتا ہے اور جرم کی حد سے سزا میں کوسوں تجاوز کر جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص خود دار اور اپنے نفس کی باگ کو قابو سے نہ دینے والا اور پورا متحمل اور بُردبار اور باسکون اور باوقار ہو تو اسے البتہ حق پہنچتا ہے کہ کسی وقتِ مناسب پر کسی حد تک بچہ کو سزا دے یا چشم نمائی کرے مگر مغلوب الغضب اور سبک سر اور طائش العقل ہرگز سزاوار نہیں کہ بچوں کی تربیت کا متکفل ہو۔ جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے کاش دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لئے سوزِ دل سے دعا کرنے کو ایک حزب مقرر کرلیں اس لئے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے۔

میں التزاماً چند دعائیں ہر روز مانگا کرتا ہوں۔ اوّل اپنے نفس کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ خداوند کریم مجھ سے وہ کام لے جس سے اس کی عزت و جلال ظاہر ہو۔ اور اپنی رضا کی پوری توفیق عطا کرے۔ پھر اپنے گھر کے لوگوں کے لئے مانگتا ہوں کہ ان سے قرۃ عین عطا ہو۔ اور اللہ تعالےٰ کی مرضیات پر چلیں۔ پھر اپنے بچوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ یہ سب دین کے خدام بنیں پھر اپنے مخلص دوستوں کے لئے نام بنام اور پھر ان سب کے لئے جو اس سلسلہ سے وابستہ ہیں خواہ ہم انہیں جانتے ہیں یا نہیں

جانتے حرام ہے مشیخی کی گدی پر بیٹھنا اور پیر بننا اس شخص کو جو ایک منٹ بھی اپنے متوسلین سے غافل رہے۔ ہدایت اور تربیت حقیقی خدا کا فعل ہے سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں اور ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے۔ یہ ایک قسم کا شرک خفی ہے اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہیئے۔ ہمارے مدرسہ میں جو استاد مارنے کی عادت رکھتا اور اپنے اس ناسزا فعل سے باز نہ آتا ہو اسے یک لخت موقوف کردو

ہم تو اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آداب تعلیم کی پابندی کراتے ہیں بس اس سے زیادہ نہیں۔ اور پھر اپنا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں۔ جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہوگا وقت پر سرسبز ہو جائے گا۔"

(الحکم جلد ۴ نمبر ۲۲ ۱۹۰۰ء)

اولاد کیلئے نمونہ بنو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خود نیک بنو اور اپنی اولاد کے لئے ایک عمدہ نمونہ نیکی اور تقویٰ کا ہو جاؤ اور اس کو متقی اور دیندار بنانے کے لئے سعی اور دعا کرو۔ جس قدر کوشش تم ان کے لئے مال جمع کرنے کی کرتے ہو اسی قدر کوشش اس امر میں کرو ... وہ کام کرو جو اولاد کے لئے بہترین نمونہ اور سبق ہو۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ سب سے اوّل خود اپنی اصلاح کرو۔ اگر تم اعلیٰ درجہ کے متقی اور پرہیزگار بن جاؤ گے اور خدا تعالیٰ کو راضی کرلو گے تو یقین کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے ساتھ بھی اچھا معاملہ کرے گا۔"

(الحکم ۱۰ ر نومبر ۱۹۰۵ء)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وَأَنْتَ لَنَا كَهْفٌ كَبَيْتٍ مُسَرْدَقِ

تُو ہمارے لئے ایسی پناہ ہے جیسے نہایت مضبوط گھر

لَكَ الْحَمْدُ يَا تُرْسِي وَحِرْزِي وَجَوْسَقِي ۔۔۔ بِحَمْدِكَ يُرْوَى كُلُّ مَنْ كَانَ يَسْتَقِي

اے میری پناہ اور میرے قلعے تیری تعریف سے ہی ہر شخص جو پانی چاہتا ہے سیراب ہو جاتا ہے

بِذِكْرِكَ يَجْرِي كُلُّ قَلْبٍ قَدِ اعْتَقَى ۔۔۔ بِحُبِّكَ يَحْيَى كُلُّ مَيْتٍ مُمَزَّقِ

تیرے ذکر کے ساتھ ہر ایک دل ٹھہرا ہوا جاری ہو جاتا ہے اور تیری محبت کیساتھ ہر ایک مُردہ زندہ ہو جاتا ہے

وَبِاسْمِكَ يُحْفَظُ كُلُّ نَفْسٍ مِّنَ الرَّدٰى ۔۔۔ وَفَضْلُكَ يُنْجِي كُلَّ مَنْ كَانَ يُزْرَبَقِ

اور تیرے نام کے ساتھ ہر ایک شخص ہلاکت سے بچتا ہے اور تیرا فضل ہر قیدی کو رہائی بخشتا ہے

وَمَا الْخَيْرُ إِلَّا فِيكَ يَا خَالِقَ الْوَرٰى ۔۔۔ وَمَا الْكَهْفُ إِلَّا أَنْتَ يَا مُتَّكَأَ التَّقِي

تمام نیکی تیری طرف سے ہے اے جہان آفرین اور تُو ہی پرہیزگاروں کی پناہ ہے

وَتَعْنُو لَكَ الْأَفْلَاكُ خَوْفًا وَهَيْبَةً ۔۔۔ وَتَجْرِي دُمُوعُ الرَّاسِيَاتِ وَتَثْبَقِ

اور تیرے خوف اور ہیبت سے تیرے آگے آسمان جھکے ہوئے ہیں اور پہاڑوں کے آنسو جاری اور رواں ہیں

وَلَيْسَ لِقَلْبِي يَا حَفِيظِي وَمَلْجَائِي ۔۔۔ سِوَاكَ مُرِيحٌ عِنْدَ وَقْتِ التَّأَزُّقِ

اور میرے دل کے لئے اے میرے نگہبان اور پناہ کوئی دوسرا آرام پہنچانے والا نہیں جبکہ تنگی وارد ہو

يَمِيلُ الْوَرٰى عِنْدَ الْكُرُوبِ إِلَى الْوَرٰى ۔۔۔ وَأَنْتَ لَنَا كَهْفٌ كَبَيْتٍ مُسَرْدَقِ

دُکھ کے وقت مخلوق مخلوق کی طرف توجہ کرتا ہے اور تُو ہمارے لئے ایسی پناہ ہے جیسے نہایت مضبوط گھر

وَإِنَّكَ قَدْ أَنْزَلْتَ آيَاتِ صِدْقِنَا ۔۔۔ فَوَيْلٌ لِّغُمْرٍ لَا يَرَاهَا وَيَنْهَقِ

اور تُو نے ہمارے صدق کے نشان اُتارے ہیں پس وہ نادان ہلاک شدہ ہے جو نشانوں کو نہیں دیکھتا اور بے معنی شور کرتا ہے

(حجۃ اللہ)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سرِ مَن در رہِ یارے نثارے

(میرا سر یار کی راہ میں قربان ہے)

خداوندیکہ جان بخشِ جہان است — بدیع و خالق و پروردگارے

وہ خدا جو دنیا کو زندگی بخشنے والا ہے اور بدیع اور خالق اور پروردگار ہے

کریم و قادر و مشکل کشائے — رحیم و محسن و حاجت برارے

کریم ہے اور قادر ہے اور مشکل کشا ہے رحیم ہے اور محسن اور حاجت برار ہے

فتادم بر درش زیر آنکہ گویند — برآید در جہاں کارے زکارے

میں اس کے دروازہ پر پڑا ہوا ہوں کیونکہ مشہور ہے دنیا میں ایک کام میں سے دوسرا کام نکل آتا ہے

چوں آں یار وفادار آیدم یاد! — فراموشم شود ہر خویش و یارے

جب وہ یارِ وفادار مجھے یاد آتا ہے تو ہر رشتہ دار اور دوست مجھے بھول جاتا ہے

دلِ من دلبرے را تخت گاہے — سرِ مَن در رہِ یارے نثارے

میرا دل دلبر کا تخت ہے اور میرا سر یار کی راہ میں قربان ہے

چہ گویم فضلِ او بر من چگون است — کہ فضلِ اوست ناپیدا کنارے

میں کیا بتاؤں کہ اس کا فضل مجھ پر کس طرح کا ہے کیونکہ اس کا فضل تو ایک ناپیدا کنار سمندر ہے

عنایت ہائے اورا چوں شمارم! — کہ لطفِ اوست بیروں از شمارے

میں اسکی مہربانیوں کو کیونکر گنوں کہ اسکی مہربانیاں تو حدِ شمار سے زیادہ ہیں،

مرا کاریست با آں دلستانے — ندارد کس خبرزاں کاروبارے

مجھے اس دلبر سے ایسا تعلق ہے کہ کسی کو بھی اس معاملہ کی خبر نہیں،

رحمۃ اللہ

بچوں کی تربیت سے متعلق زرّیں ہدایات

فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

"سب سے پہلی بات جو بچے کی تربیت کے واسطے ماں باپ کے لئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ بچّے کے ذہن میں کسی بدی کی نسبت یہ خیال نہ پیدا ہونے دیں کہ اس کی کوئی اہمیت نہیں تا وہ اس بدی کو حقیر نہ سمجھنے لگ جائے۔ بہت سے ماں باپ ہیں جو دل سے چاہتے ہیں کہ بدی کا اثر ان کے بچوں پر نہ ہو۔ لیکن وہ اپنا نمونہ ایسا ان کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ بچوں کی نگاہ میں وہ بدی حقیر ہو جاتی ہے اور اسکی وجہ سے بدی کا خیال ان کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً عام طور پر ماں باپ یہ چاہتے ہیں کہ بچہ جھوٹ نہ بولے لیکن خود اس کے سامنے جھوٹ بول دیتے ہیں۔ بعض اوقات ایک کام ہے جو انھوں نے کیا ہوتا ہے مگر بچے سے اس کو چھپانے کے لئے کیونکہ اس کو چھپانا بچے کے حق میں مفید ہوتا ہے وہ انکار کر دیتے ہیں یا اگر بالکل صاف انکار نہیں کرتے تو ٹال مٹول اور ہیر پھیر کرنے لگ جاتے ہیں تا بچے کا خیال اس کی طرف سے بدل جائے لیکن بچے کا ذہن خدا نے ایسا بنایا ہوتا ہے کہ وہ نہایت ہوشیار ہوتا ہے کیونکہ وہ ترقی کر رہا ہوتا ہے اور اپنا علم بڑھا رہا ہوتا ہے اس لئے وہ ہر بات کی زیادہ چھان بین اور جستجو کرتا ہے اور بات کو فوراً تاڑ جاتا ہے۔ ماں باپ تو یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ہم اسکی خیر خواہی کر رہے ہیں کہ اس سے اس بات کو چھپا رہے ہیں اگر نہ چھپائیں تو اس کو نقصان ہوگا۔ لیکن ان کی اس روش سے وہ یہ سبق حاصل کر رہا ہوتا ہے کہ ایک کام کرکے پھر اس سے انکار بھی کیا جا سکتا ہے یا اس کو ادھر ادھر کی باتوں سے چھپایا بھی جا سکتا ہے کیونکہ وہ یہ خوب سمجھتا ہے کہ ماں باپ نے ایسا کام کیا تو ضرور ہے مگر اب وہ مجھ سے چھپا رہے ہیں۔۔۔ پس پہلی غلطی اولاد کی تربیت میں جو والدین سے سرزد ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ گو وہ دل سے چاہتے ہیں کہ اپنے بچوں کو نقص اور عیب سے بچائیں مگر خود پوری پوری احتیاط نہیں کرتے اور اپنا نمونہ اور عمل ان کے سامنے اچھا پیش نہیں کرتے جس کی وجہ سے وہ خود ہی بچوں کو جھوٹ سکھانے کے موجب ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح ایک اور عیب چوری ہے میرے نزدیک چوری جھوٹ سے بھی زیادہ دیانتداری کے ساتھ ماں باپ

بچوں کو سکھاتے ہیں اور گویا خصوصیت سے بچوں کو اسکی تعلیم دیتے ہیں مثلاً بعض دفعہ ماں باپ ایک چیز بچے کو نہیں دینا چاہتے لیکن اس کے اصرار کی وجہ سے اس کو دے دیتے ہیں اور پھر نظر بچا کر وہ چیز اس سے چھپا لیتے ہیں بیشک ان کا یہ فعل اخلاقاً چوری نہیں کہلا سکتا کیونکہ وہ ان کی اپنی چیز ہے جسے وہ بچہ کو نہیں دینا چاہتے۔ وہ نظر بچا کر اٹھا لیتے ہیں، مگر اس سے بچوں کے اندر اس بات کی حس پیدا ہو جاتی ہے کہ ایسا بھی کیا جا سکتا ہے اور پھر وہ بھی یہ کوشش کرنے لگ جاتے ہیں کہ ہم بھی چیزیں چھپائیں۔ تو ماں باپ کی اس روش کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ جھوٹ سے بڑھ کر نہایت آسانی سے چوری کی عادت بچہ ان سے سیکھ لیتا ہے۔ الغرض پہلا طریق جو بچوں کی تربیت کے لئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ماں باپ ایسا طریق اختیار نہ کریں اور اپنے افعال ایسے رنگ میں بچے کے سامنے پیش نہ کریں کہ جس سے بچے کے ذہن میں بد افعال کی طرف توجہ پیدا ہو۔

ایک اور نقص بھی ہے جو بچوں کی تربیت میں میں نے دیکھا ہے یہ نقص اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ ماں باپ غریب ہوتے ہیں یا امیر۔ ان دونوں صورتوں میں بچوں میں وہ نقص پیدا ہو جاتے ہیں جو میں آگے بیان کروں گا۔ غریبوں کے اندر غربت کی وجہ سے بعض نقائص پیدا ہو جاتے ہیں اور امیروں کی اولاد میں آسودگی اور وسعت مال کی وجہ سے بعض نقائص پیدا ہو جاتے ہیں۔ بعض امیروں کو میں نے دیکھا ہے بچوں کو اتنا جیب خرچ دیتے ہیں جس سے ان کی عادات اور اخلاق بگڑ جاتے ہیں اور ان میں آوارگی پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ بچے کی وقتی ضرورت سے زیادہ جیب خرچ کا اس کے پاس جمع ہو جانا تمام بد صحبتوں اور بد اخلاقیوں کا منبع ہے۔ کیونکہ وہ بچے جن کے اخلاق خراب ہو چکے ہوتے ہیں جب ان کے ہاتھ میں اپنا کوئی پیسہ نہیں ہوتا جس سے وہ اپنی آوارگی کی عادت کو پورا کر سکیں تو وہ پھر امیر لڑکوں کی تلاش میں رہتے ہیں اور ان سے تعلق پیدا کر کے جہاں وہ اپنی بد عادات کو ان کے پیسوں کے ذریعہ پورا کرتے ہیں۔ وہاں ان امیر لڑکوں کے اخلاق اور عادات کو بھی لگاڑ دیتے ہیں۔ اس سے میرا یہ مطلب نہیں کہ بچہ کے ہاتھ میں پیسہ بالکل دیا ہی نہ جائے۔ کیونکہ بچوں کو ان کی ضرورت کے مطابق دینا بھی ضروری ہے تاکہ اس سے ان کے اندر خرید و فروخت کا ملکہ پیدا ہو۔ لیکن اتنا خرچ ان کو نہیں دینا چاہیئے جسے وہ اپنے پاس جمع رکھ سکیں۔ کیونکہ ایسی حالت میں شریر اور آوارہ لڑکے ان کے پاس جمع ہو کر ان کے اخلاق کو خراب کر دیتے اور ان کو بھی آوارہ بنا دیتے ہیں۔ چونکہ غریب لڑکوں کے گرد جمع ہونے سے اُن کو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جن لڑکوں کو بری عادتیں پڑ جاتی ہیں وہ امیر لڑکوں کو تاڑتے رہتے ہیں۔ اور آوارہ گرد لڑکے اپنی بد عادات کے پورا کرنے کے لئے امیروں کے لڑکوں کی تلاش میں لگے رہتے ہیں۔ مجھے سخت حیرت ہوئی اپنے ایک معزز دوست پر کہ وہ اپنے بچے کو پچاس روپیہ ماہوار جیب خرچ دیتے تھے اور ابھی کہتے تھے کہ میں نے اس کا جیب خرچ آگے سے کم کر دیا ہے۔ اب اس لئے اسے اتنا جیب خرچ دیتا ہوں کہ تا دستاویز میں اس کا دل لگا رہے۔ وہ ایک مخلص شخص ہیں اور ان کا لڑکا بھی گو ابھی بچہ ہے لیکن جہاں تک میں

سمجھتا ہوں مخلص ہے۔ مگر یہ طریق بچے کے اخلاق کو سخت بگاڑنے والا ہے۔ بچے کو اس کا جیب خرچ روزانہ اتنا دینا چاہیئے جس سے اسکی وقتی ضرورت پوری ہو جائے۔ پھر ماں باپ کو یہ بھی دیکھ لینا چاہیئے کہ جس ضرورت کے لئے اس نے پیسے لئے ہیں اس پر اس نے خرچ بھی کئے ہیں یا نہیں۔ پہلے اس سے دریافت کر لینا چاہیئے کہ کس ضرورت کے لئے وہ پیسے لیتا ہے۔ مثلاً وہ خربوزے لینا چاہتا ہے یا آم خریدنا چاہتا ہے یا کچھ اور۔ پھر اس بات کی تحقیق کر لینی چاہیئے کہ بتائی ہوئی ضرورت کے مطابق اس نے چیز لی بھی ہے یا نہیں۔ اگر اس طرح نگرانی کی جائے تو بچے آوارگی سے بچ جائیں گے اور ان کے پاس آوارہ اور بد عادات کے لڑکے جمع نہ ہو سکیں گے۔ دوسرا نقص بچوں کے اخلاق کو بگاڑنے والا غربت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور وہ اس طرح کہ ایسے ماں باپ بعض دفعہ خود حریص ہوتے ہیں۔ وہ کوئی چیز لاتے ہیں تو خود کھا لیتے ہیں اور بچہ کو نہیں دیتے۔ اس لئے بچہ گھر سے چوری چیز نکال کر کھانے کا عادی ہو جاتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ باہر کی بھی چوری کرنے لگ جاتا ہے۔ اس طرح اس کے اخلاق خراب ہو جاتے ہیں اور وہ آوارہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے ماں باپ کو چاہیئے کہ اگر کوئی چیز گھر میں لائیں تو پہلے بچوں کو دیں پھر آپ کھائیں۔

دوسرا نقص جو اس غربت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ اس طرح کہ بعض ماں باپ ایسا تو نہیں کرتے کہ چیز خود کھا لیں اور بچہ کو نہ دیں لیکن جب بچے کے دل میں کسی چیز کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ خود نہیں خرید سکتے تو دوسروں سے مانگ کر کہ ہمارے بچے کا بھی دل کر رہا ہے وہ اسے دے دیتے ہیں مگر اس طریق سے بجائے اس کے کہ بچے کی خواہش کو ماریں اور بھی اس کی خواہشات کو ابھارتے ہیں۔ حالانکہ اگر بچے کو سمجھایا جائے کہ بچہ ہم غریب ہیں یہ چیز نہیں خرید سکتے تو بچے جیسا صابر بھی کوئی نہیں۔ وہ اتنا کہہ دینے سے بھی خوش ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اپنے پاس کچھ نہیں اور بچے کی خواہش کو دوسرے سے چیز لے کر پوری کریں گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بچے کے اندر صبر اور قناعت کا مادہ نہیں پیدا ہوگا۔ اور اسکی حرص بہت بڑھ جائے گی پس غربا کو چاہیئے کہ وہ اپنے بچوں کی خواہشات کو ابھاریں نہیں بلکہ ان کو مارنے کی کوشش کریں تا ان کے اندر صبر اور قناعت کا مادہ پیدا ہو پھر ایسے مقامات پر بچے کو کھڑا نہیں ہونے دینا چاہیئے جہاں امراء اچھی اچھی چیزیں کھا رہے ہوں۔ بچوں کو ہی ایسے مقامات پر کھڑے ہونے سے نہیں روکنا چاہیئے بلکہ بڑوں کو بھی یہی حکم ہے۔ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ کہ جو چیز تمہارے پاس نہیں اگر دوسروں کے پاس ہے تو اس کو دیکھنا بھی گناہ ہے کیونکہ اس سے خواہش بد پیدا ہوگی۔ بعض غریب آدمی اپنے بچوں کو ایسے مقامات پر کہ جہاں امیر لوگ کھاتے پیتے ہوں کھڑے ہونے اور دیکھنے سے نہیں روکتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس چیز کی ان کے اندر حرص پیدا ہوتی ہے اور جب ان کی حرص پوری نہیں ہوتی تو پھر کسی نہ کسی طرح اس چیز کے حاصل کرنے کی بے جا کوشش کرتے ہیں اس لئے ماں باپ کا فرض ہونا چاہیئے کہ وہ بچوں کو ایسی جگہوں سے روکیں اور وہاں ان کو کھڑا نہ ہونے دیویں۔ ایسی حالت میں کسی کو کچھ کھاتے پیتے دیکھنا بھی عیب ہے جس سے لالچ اور حرص پیدا ہوتی ہے جو بچوں کی آوارگی کا موجب ہوتی ہے

غرض والدین اپنے بچوں کی تربیت کے لئے اگر ان باتوں کی احتیاط رکھیں تو ان کے اخلاق کی درستی میں بہت کچھ تقویت پیدا ہو سکتی ہے۔

اس کے بعد میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بچوں کے اخلاق اور عادات کی درستی اور اصلاح کے لئے میرے نزدیک سب سے زیادہ ضروری امر نماز باجماعت ہے بچوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ میری عمر زیادہ نہیں لیکن مجھے اتنے لوگوں سے ملنے اور جانچ پڑتال کا موقع ملا ہے اور ساتھ ہی میری طبیعت کو خدا تعالےٰ نے ایسا حساس بنایا ہے کہ سو سال کی عمر والے بھی اپنی عمر کے تجربوں کے بعد دنیا کی اونچ نیچ اور اچھے برے کو اتنا محسوس نہیں کر سکتے جتنا میں محسوس کرتا ہوں۔ میں نے اپنے تجربہ میں نماز باجماعت سے بڑھ کر کوئی چیز نیکی کے لئے ایسی مؤثر نہیں دیکھی۔ سب سے بڑھ کر نیکی کا اثر کرنے والی نماز باجماعت ہی ہے۔ اگر میں اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ کی پوری تشریح نہ کر سکوں تو میں اپنی زبان کا قصور سمجھوں گا۔ ورنہ میرے نزدیک نماز باجماعت کا پابند انسان خواہ وہ اپنی بدیوں میں ترقی کرتے کرتے ابلیس سے بھی آگے نکل جائے پھر بھی میرے نزدیک اس کی اصلاح کا موقعہ ہاتھ سے نہیں گیا ایک شمہ بھر اور ایک رائی کے برابر بھی میرے خیال میں نہیں آتا کہ کوئی شخص نماز باجماعت کا پابند ہو اور پھر اسکی اصلاح کا موقع نہ رہے۔ خواہ وہ کتنا ہی بدیوں میں مبتلا کیوں نہ ہو گیا ہو۔ نیکی کے متعلق نماز کے مؤثر ہونے کا مجھے اتنا کامل یقین ہے کہ میں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر بھی کہہ سکتا ہوں کہ نماز باجماعت کا پابند خواہ کتنا ہی بداعمال کیوں نہ ہو گیا ہو اسکی ضرور اصلاح ہو سکتی ہے اور وہ ضائع نہیں ہوتا۔ اور میں شرح صدر سے کہہ سکتا ہوں کہ آخری وقت تک اس کے لئے اصلاح کا موقع ہے۔ مگر وہ نماز باجماعت کا پابند اس رنگ میں ہو کہ اس کو اس میں لذت اور سرور حاصل ہو۔ میرے نزدیک ان ماں باپ سے بڑھ کر اولاد کا کوئی دشمن نہیں جو بچوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کی عادت نہیں ڈالتے ... بڑے آدمی اگر خود نماز باجماعت نہیں پڑھتے تو وہ منافق ہے۔ مگر وہ لوگ جو اپنے بچوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کی عادت نہیں ڈالتے وہ ان کے خونی اور قاتل ہیں اگر ماں باپ بچوں کو نماز باجماعت کی عادت ڈالیں تو کبھی ان پر ایسا وقت نہیں آسکتا کہ یہ کہا جاسکے کہ ان کی اصلاح ناممکن ہے۔ اور وہ قابل علاج نہیں رہے۔

دوسری بات جو ان کی تربیت میں نقص ڈالنے والی ہے وہ یہ ہے کہ بے جا محبت کی وجہ سے بچوں کے بے جا آرام و آسائش کا خیال رکھا جاتا ہے اور ان کو سختی اور مشقت کی عادت نہیں ڈالی جاتی۔ جب بچے کھیلنے کودنے کے لئے سخت گرمی اور دھوپ میں ننگے سر اور ننگے پاؤں نکل جاتے ہیں یا سردی میں پھرتے رہتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ نماز جماعت پڑھنا ان پر سختی اور مشقت تصور کی جائے۔ اگر اپنی ضرورتوں کے لئے وہ نہ گرمی کی پرواہ کرتے ہیں نہ سردی کی اور اس میں کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں کرتے تو نماز باجماعت میں ان کو کیا تکلیف ہو سکتی ہے غرض بچوں میں برداشت اور جفاکشی کی عادت پیدا کرنی چاہیئے۔ آجکل بہت سے اس قسم کے سامان پیدا ہو گئے ہیں جو بچوں میں محنت اور

جفاکشی کی روح کو فنا کرنے والے ہیں اور عام طور پر سکولوں میں ایسے ناز و نخرے کے سامانوں کا رواج پایا جاتا ہے۔ مثلاً سر کے اگلے حصے میں خاص صورت کے لمبے بال رکھنا۔ اس قسم کے ناز و نخروں کی یہی وجہ ہوتی ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ ہمیں خوبصورت سمجھا جائے۔ ہم سے لوگ پیار کریں۔ یہ بالکل زنانہ خصلتیں ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ ہمیشہ ایسے لڑکوں کی چال اور ان کا لب ولہجہ، ان کی گفتگو بالکل زنانہ طرز پر ہوتی ہے۔ بس کھانے میں پہننے میں لباس میں بچوں کو ناز و نخرے میں نہ ڈالنا چاہیئے۔"

(الفضل ۱۸ جون ۱۹۶۵ء)

ترقی کا اصل طریق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"لوگ چاہتے ہیں کہ ترقی ہو۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ ترقی کس طرح ہوا کرتی ہے۔ دنیاداروں نے تو یہی سمجھ لیا ہے کہ یورپ کی تقلید سے ترقی ہوگی۔ مگر میں کہتا ہوں کہ ترقی ہمیشہ راستبازی سے ہوا کرتی ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے نمونہ رکھا ہوا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی جماعت کا نمونہ دیکھو۔ ترقی اسیطرح ہوگی جیسے پہلے ہوئی تھی۔ اور یہ بالکل سچی بات ہے کہ پہلے جو ترقی ہوئی وہ صلاح اور تقویٰ اور راستبازی سے ہوئی تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے جویا ہوئے اور اس کے احکام کے تابع ہوئے۔ اب بھی جب ترقی ہوگی اسیطرح ہوگی ....

خوب یاد رکھو کہ اصل طریق ترقی کا یہی ہے۔ جب تک قوم اللہ تعالیٰ کے لئے قدم نہیں اٹھاتی اور اپنے دلوں کو پاک و صاف نہیں کرتی کبھی ممکن نہیں کہ یہ قوم ترقی کر سکے۔"

(الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۵ء)

بعث بعد الموت یا اخروی زندگی

(محترم جناب مرزا عبد الحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا)

(۳)

میں اس مضمون کی پہلی دو قسطوں میں (جو بر عرصہ ہوا "انصار اللہ" میں چھپی تھیں) یہ بیان کر چکا ہوں کہ اخروی زندگی پر ایمان لانے کے لئے کیا دلائل ہیں۔ اور کیا اللہ تعالےٰ یہ قدرت رکھتا ہے کہ مرنے اور گلنے سڑنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندہ کر سکے۔

اب میں مضمون کے اس حصہ کو لیتا ہوں کہ اخروی زندگی کس طرح کی ہوگی۔ سو اس کے حصول کے لئے چند اصولی باتوں کا بیان کرنا ضروری ہے۔

۱۔ اخروی زندگی ایک نہایت درجہ لطیف زندگی ہوگی جو اگرچہ مادی نہیں ہوگی لیکن وہمی اور غیر حقیقی بھی نہیں ہوگی بلکہ ہماری موجودہ زندگی کی نسبت بہت زیادہ حقیقت اپنے اندر رکھے گی۔ ایسی حقیقت کہ اس کے مقابلہ میں یہ زندگی بے حقیقت نظر آئے گی۔ اخروی زندگی میں بھی جسم اور روح مل کر کام کریں گے لیکن وہ جسم اور روح موجودہ صورت سے بے حد زیادہ لطیف ہوں گے۔ اور ان کی طاقتوں میں بھی بے حد وسعت پیدا ہو جائے گی۔ جو حد بندیاں ان پر موجودہ زندگی میں نظر آتی ہیں وہ بہت کم ہو جائیں گی۔ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ وہاں گویا روح بمنزلہ جسم ہو جائے گی اور اس کے اندر ایک زیادہ لطیف روح پیدا کر دی جائے گی جو اخروی زندگی کی نعمتوں سے متمتع ہو سکے اور زندگی کے اصل مقصد لقائے الٰہی کو پورا کر سکے۔

انسان کا اپنے ماحول کے ساتھ تعلق حِسّوں کے ذریعے ہوتا ہے۔ حِسّوں کا اثرات کو قبول کرنا زندگی کہلاتا ہے۔ جمادات میں حِسّیں اتنی کم اور محدود ہوتی ہیں کہ گویا نہ ہونے کے برابر ہیں اس لئے وہ زندہ معلوم نہیں ہوتے۔ نباتات میں اس سے زیادہ ہوتی ہیں۔ ان میں زندگی کے آثار نظر آتے ہیں۔ حیوانات میں ان سے بھی زیادہ وہ باقاعدہ زندہ نظر آتے ہیں۔ انسانوں میں یہ حِسّیں جانوروں سے بھی بہت زیادہ ہیں اور ان حِسّوں کے ساتھ تفکر اور تجزیہ کا مادہ انسان میں رکھا گیا ہے جس کی وجہ سے وہ قبول کئے گئے۔ اثرات پر غور کرتا اور پھر ان سے نتائج اخذ کر کے ان سے فائدہ اٹھاتا اور ترقیات پر ترقیات کرتا ہے۔ سو انسان کی زندگی باقی مخلوق سے بہت اعلیٰ ہے۔ پھر انسان

میں بھی حسّوں اور تفکّر اور تدبّر اور تجزیہ کی کمی بیشی ہے۔ ان میں سے بعض حیوانوں کے زیادہ قریب ہیں اور بعض بہت بلند اور بالا۔ جیسے جیسے حسّیں زیادہ تیز ہیں اور زیادہ اثرات کو قبول کرتی ہیں اور ان کا زیادہ تجزیہ کرتی ہیں ویسے ہی ان کی زندگی اعلیٰ ہے۔

اخروی زندگی میں حسّیں بہت تیز ہو جائیں گی۔ اور اثرات کو بہت زیادہ قبول کر سکیں گی۔ اس لئے وہ زندگی صحیح معنوں میں حقیقی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ یعنی اصل زندگی وہ آخرت کی زندگی ہوگی جو زندگی کے ہر پہلو کی پوری شدت کو اپنے اندر لئے ہوئے ہوگی۔ یہ حسّوں کے فرق کی وجہ سے ہوگا۔ اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ (ق ۲۳)

ترجمہ۔ یقیناً تو اس کے متعلق غفلت میں تھا پس ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹا دیا ہے اور آج تیری نظر بہت تیز ہے۔ تیز نظر والوں کو بہت سی ایسی چیزیں نظر آتی ہیں جو کمزور بینائی والوں کو نظر نہیں آتیں سو جب بینائی بہت تیز کر دی جائے گی۔ تو وہ ایسی حقیقتیں اور اللہ تعالیٰ کی ایسی تجلیات دیکھ سکے گی جو ان آنکھوں کے ساتھ نظر نہیں آ سکتیں۔

یہ امر کہ یہ حسّیں کس طرح زیادہ شدید ہو جائیں گی۔ عالم خواب سے سمجھ میں آ سکتا ہے۔ عالم خواب یا عالم رؤیا کو اللہ تعالیٰ نے عالم آخرت کے سمجھنے کے لئے ایک تمہید کے طور پر بنایا ہے۔ عالم خواب میں انسانی حسّیں بسا اوقات بہت تیز ہو جاتی ہیں۔ فاصلوں کے طے کرنے کی طاقت زیادہ پیدا ہو جاتی ہے حتےٰ کہ انسان اڑ بھی سکتا ہے۔ ایسے کام کرتا ہے جو اس مادی جسم کے ساتھ نہیں کر سکتا۔ نظر میں بھی تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ محبت اور نفرت بھی شدت اختیار کر جاتی ہے۔ خوف کا احساس بھی بڑھ جاتا ہے۔ علم حاصل کرنے کے لئے بھی بعض اور راستے کھل جاتے ہیں غیب کی بعض باتیں بھی اس کے علم میں آ جاتی ہیں حالانکہ انسان غیب کے علم پر قادر نہیں ہوتا۔ عالم رؤیا کے نظاروں کا انسانی قلب پر بھی بسا اوقات خاص گہرا اثر ہوتا ہے جو بعد میں بھی قائم رہتا ہے۔ جسم پر بھی بعض اثرات ایسے ہو جاتے ہیں جو مستقل صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ مثلاً بالوں کا یکدم سفید ہو جانا۔ انسان جتنا اپنے خیالات اور اعمال میں پاکیزہ ہو جاتا ہے اتنا ہی عالم بیداری میں اس پر علوم۔ سچائیاں اور آئندہ کے واقعات کھلتے ہیں پاک باز انسانوں کی زندگی میں اسکی مثالیں کثرت سے ہیں۔ پاکبازوں کے سردار حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق بخاری میں آتا ہے:۔

عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ اَوَّلُ مَا بُدِئَ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْیِ الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ فِی النَّوْمِ فَکَانَ لَا یَرٰی رُؤْیَا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ اِلَیْہِ الْخَلَاءُ (بخاری باب الوحی)

یعنی حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ پہلے پہل وحی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر شروع ہوئی وہ نیند میں رویاء صالحہ کے طور پر تھی پس حضور صلے اللہ علیہ وسلم کوئی رویا نہ دیکھتے مگر صبح کی روشنی کی طرح ہوتی یعنی بالکل صاف اور واضح ہوتی جو بعینہٖ اسی طرح پوری ہوجاتی پھر آپؐ کو تنہائی پسند ہونی شروع ہو گئی

قرآن کریم میں بعض خوابوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک یوسف علیہ السلام کی خواب ہے۔ انہوں نے رویاؑ میں دیکھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند انہیں سجدہ کر رہے ہیں۔ اس سے مراد ان کے گیارہ بھائیوں اور ماں اور باپ کا ایک دن ان کے تابع ہوجانا تھا۔ چنانچہ وہ مصر میں آکر حضرت یوسف علیہ السلام کی ماتحتی میں آباد ہوئے جہاں حضرت یوسف علیہ السلام کو وزارت کا عہدہ دیا گیا تھا۔ یہ خواب حضرت یوسف علیہ السلام نے گیارہ بارہ سال کی عمر میں دیکھی تھی۔ ان کے والد کی عمر اس وقت ۵۵ سال تھی۔ اس خواب میں بتایا گیا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام ایک لمبا عرصہ زندہ رہیں گے اور ترقی کریں گے۔ اور ان کے گیارہ بھائی اور والدین بھی اتنا عرصہ زندہ رہیں گے اور اس جگہ جاکر آباد ہوں گے جہاں یوسف علیہ السلام ہوں گے اور ان کے تابع فرمان ہوں گے۔ راستے میں بے انتہا مخالفانہ حالات پیدا ہوئے لیکن ہوا اسی طرح جس طرح کہ آپ نے رویاؑ میں بچپن میں دیکھا تھا۔ اور آپؑ کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام نے تعبیر فرمائی تھی۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے میں تھے تو دو قیدیوں نے خواب دیکھے (سورہ یوسف) ایک نے دیکھا کہ وہ شراب نچوڑ رہا ہے اور دوسرے نے دیکھا کہ اس نے اپنے سر پر روٹیاں اٹھائی ہوئی ہیں جنہیں پرندے کھا رہے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی تعبیر فرمائی کہ ایک ان میں سے اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا اور یعنی قید سے رہا ہوجائے گا اور عزت کے ساتھ رہے گا اور دوسرا صلیب دیا جائے گا۔ اور پرندے اس کے سر پر سے گوشت نوچ کر کھائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

پھر اسی جگہ مصر کے بادشاہ کے خواب کا بھی ذکر ہے کہ اس نے سات موٹے بیلوں کو دیکھا جنہیں سات دبلے بیل کھا رہے ہیں اور سات سبز بالیں دیکھیں اور دوسری خشک۔ اس کے درباریوں نے اس کی خوابوں کو پریشان خیالات کا نتیجہ بتایا۔ لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی تعبیر فرمائی کہ سات سال اچھی فصلیں ہوں گی اور اس کے بعد سات سال سخت قحط ہوگا۔ اس کے بعد پھر بارشیں ہوں گی اور خوب فصلیں ہوں گی۔ اس رویاؑ میں آئندہ پندرہ سالوں میں سارے ملک کی معاشی حالت کی

خبر دی گئی تھی۔ اور اس کے مطابق ہی واقع ہوا۔

کشف رؤیا سے بھی زیادہ اعلیٰ درجہ کی اور عجیب چیز ہے جس میں جاگتے ہوئے بھی جسمانی حسّیں کام کرنا بند کر دیتی ہیں۔ اور روح براہ راست اپنے خالق کے ساتھ تعلق قائم کر کے اپنی خصوصیات کو ظاہر کرتی ہے جیسا کہ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معراج کا واقعہ ہوا جس میں آپؐ نے آسمانوں کی سیر فرمائی اور نبیوں سے ملاقات فرمائی۔ اور پھر سدرۃ المنتہیٰ تک گئے۔ جب کہ سدرۃ المنتہیٰ کو ایک نہایت عجیب اور پر شوکت جلوہ نے ڈھانپ لیا تھا۔ اور اس کے پاس آپؐ نے جنت کو دیکھا اور پھر قاب قوسین کی حالت پیدا ہو کر آپؐ نے اللہ تعالےٰ کو دیکھا اور آپؐ پر کلام الٰہی نازل ہوا (سورہ نجم) یہ واقعہ نبوت کے پانچ سال بعد کا ہے پھر ایک موقعہ پر (ہجرت سے قریباً ایک سال قبل) آپؐ کشف میں مسجد اقصیٰ بھی تشریف لے گئے۔ (سورہ بنی اسرائیل)

کشف سے بھی بڑھ کر الہام الٰہی ہے جو وہ بھی ظاہری حواس کے تعطل کے بعد ہوتا ہے جس میں گویا انسانی روح اللہ تعالےٰ کے انتہائی قریب ہو کر اس کے کلام سے فیض یاب ہوتی ہے۔ ظاہر بالکل بے حس ہوتا ہے اور باطن علوم و فیوض سے بھر رہا ہوتا ہے۔ قرآن کریم الہام الٰہی کی انسانی لحاظ سے تکمیل ہے۔ جو کہ پیشگوئیوں، علوم اور فیوض سے بھرا ہوا ہے اور اعلیٰ ترین روح کا کرشمہ ہے۔

یہ تینوں چیزیں یعنی رویائے صالحہ، کشوف اور الہام امت محمدیہ کے پاک باز لوگوں کو دیئے گئے۔ جس کے بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔ یہ سب روحانی ترقی اور اخروی زندگی کی طرف رہنمائی کے لیے تھا۔

موجودہ زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مثال نہایت درخشاں مثال ہے۔ آپ کو ان تینوں قسم کے فیوض سے اپنے مطاع صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ حصہ دیا گیا۔ بطور نمونہ آپ کی بعض رویاء اور کشوف کا ذکر کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"صورت چہارم الہام کی یہ ہے کہ رؤیا صادقہ میں کوئی امر خدا تعالےٰ کی طرف سے منکشف ہو جاتا ہے یا کبھی کوئی فرشتہ انسان کی شکل میں متشکل ہو کر کوئی غیبی بات بتلاتا ہے۔ یا کوئی تحریر کاغذ یا پتھر وغیرہ پر مشہود ہو جاتی ہے جس سے کچھ اسرار غیبیہ ظاہر ہوتے ہیں وغیرہا من الصّور

چنانچہ یہ عاجز اپنے بعض خوابوں میں سے جن کی اطلاع اکثر مخالفین اسلام کو انہی دنوں میں دی گئی تھی کہ جب وہ خوابیں آئی تھیں اور جن کی سچائی بھی انہیں کے روبرو ظاہر ہو گئی بطور نمونہ بیان کرتا ہے۔ منجملہ ان کے ایک وہ خواب ہے جس میں اس عاجز کو جناب خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی اور بطور مختصر بیان اس کا یہ ہے کہ اس احقر نے ۱۸۶۴ء یا ۱۸۶۵ء میں یعنی اُسی زمانہ کے قریب کہ جب یہ ضعیف اپنی عمر کے پہلے حصے میں ہنوز تحصیل علم میں مشغول

تھا جناب خاتم الانبیاءؐ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اور اس وقت اس عاجز کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔ کہ جو خود اس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے خاکسار نے عرض کیا کہ اس کا نام میں نے قطبی رکھا ہے۔ جس نام کی تعبیر اب اس اشتہاری کتاب کی تالیف ہونے پر یہ کھلی کہ وہ ایسی کتاب ہے کہ جو قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے۔ جس کے کامل استحکام کو پیش کر کے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا گیا ہے۔ غرض آں حضرتؐ نے وہ کتاب مجھ سے لے لی اور جب وہ کتاب حضرت مقدس نبوی کے ہاتھ میں آئی تو آں جناب کا ہاتھ مبارک لگتے ہی ایک نہایت خوش رنگ اور خوبصورت میوہ بن گئی کہ جو امرود سے مشابہ تھا۔ مگر بقدر تربوز تھا۔ آں حضرت نے جب اس میوہ کو تقسیم کرنے کے لئے قاش قاش کرنا چاہا۔ تو اس قدر اس میں سے شہد نکلا کہ آں جناب کا ہاتھ مبارک مرفق تک شہد سے بھر گیا۔ تب ایک مردہ کہ جو دروازے سے باہر پڑا تھا۔ آں حضرت کے معجزہ سے زندہ ہو کر اس عاجز کے پیچھے آکھڑا ہوا۔ اور یہ عاجز آں حضرت کے سامنے کھڑا تھا جیسے ایک مستغیث حاکم کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ اور آں حضرت بڑے جاہ و جلال اور حاکمانہ شان سے ایک زبردست پہلوان کی طرح کرسی پر جلوس فرما تھے۔ پھر خلاصہ کلام یہ کہ ایک قاش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس غرض سے دی کہ تا میں اس شخص کو دوں کہ جو نئے سرے سے زندہ ہوا اور باقی تمام قاشیں میرے دامن میں ڈال دیں۔ اور وہ ایک قاش میں نے اس نئے زندہ کو دے دی اور اس نے وہیں کھا لی۔ پھر جب وہ نیا زندہ اپنی قاش کھا چکا تو میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کرسی مبارک اپنے پہلے مکان سے بہت ہی اونچی ہو گئی۔ اور جیسے آفتاب کی کرنیں چھوٹتی ہیں۔ ایسے ہی آں حضرت کی پیشانی مبارک متواتر چمکنے لگی کہ جو دین اسلام کی تازگی اور ترقی کی طرف اشارت تھی تب اس نور کے مشاہدہ کرتے کرتے آنکھ کھل گئی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔ یہ وہ خواب ہے کہ تقریباً دوسو آدمی کو انہیں دنوں میں سنائی گئی تھی جن میں سے ۵۰ یا کم و بیش ہندو بھی ہیں کہ جو اکثر ان میں سے ابھی تک صحیح و سلامت ہیں۔ اور وہ تمام لوگ خوب جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں براہین احمدیہ کی تالیف کا ابھی نام و نشان نہ تھا اور نہ یہ مرکوز خاطر تھا کہ کوئی دینی کتاب بنا کر اس کا استحکام اور سچائی ظاہر کرنے کے لئے دس ہزار روپے کا اشتہار دیا جائے لیکن ظاہر ہے کہ اب وہ باتیں جن پر خواب دلالت کرتی ہے کس قدر پوری ہو گئیں۔ اور جس قطبیت کے اسم سے اس وقت کی خواب

میں کتاب کو موسوم کیا گیا تھا۔ اسی قطعیت کو اب مخالفوں کے مقابلے پر بوعدہ انعام کثیر پیش کر کے حجتِ اسلام ان پر پوری کی گئی ہے اور جس قدر اجزا اس خواب کے ابھی تک ظہور میں نہیں آئے ان کے ظہور کا سب کو منتظر رہنا چاہیئے کہ آسمانی باتیں کبھی ٹل نہیں سکتیں۔

اب ایک دوسری رؤیا سنیئے عرصہ تخمیناً بارہ برس کا ہوا ہے کہ ایک ہندو صاحب کو جو آریہ سماج قادیان کے ممبر اور صحیح سلامت موجود ہیں حضرت خاتم الرسل صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور آنجناب کی پیش گوئیوں سے سخت منکر تھا اور اس کا پادریوں کی طرح شدتِ عناد سے یہ خیال تھا کہ یہ سب پیشگوئیاں مسلمانوں نے آپ بنا لی ہیں ورنہ آنحضرت پر خدا نے کوئی امر غیب ظاہر نہیں کیا اور ان میں یہ علامتِ نبوت موجود ہی نہ تھی۔ مگر سبحان اللہ کیا فضل خدا کا اپنے نبی پر ہے اور کیا بلند شان اس معصوم اور مقدس نبی کی ہے کہ جس کی صداقت کی شعاعیں اب بھی ایسی ہی چمکتی ہیں کہ جیسے قدیم سے چمکتی آئی ہیں کچھ تھوڑے دنوں کے بعد ایسا اتفاق ہوا کہ اس ہندو صاحب کا ایک عزیز کسی ناگہانی پیچ میں آکر قید ہو گیا۔ اور اس کے ہمراہ ایک اور ہندو بھی قید ہوا۔ ان دونوں کا چیف کورٹ میں اپیل گزرا۔ اس حیرانی اور سرگردانی میں ایک دن اس آریہ صاحب نے مجھ سے بات کہی کہ غیبی خبر اسے کہتے ہیں کہ آج کوئی یہ بتلا سکے کہ اس ہمارے مقدمے کا انجام کیا ہے۔ تب میں نے جواب دیا کہ غیب تو خاصہ خدا کا ہے اور خدا کے پوشیدہ بھیدوں سے نہ کوئی نجومی واقف ہے نہ رمال نہ فال گیر اور نہ کوئی اور مخلوق ہاں خدا جو آسمان و زمین کی ہر ایک شئے سے واقف ہے اپنے کامل اور مقدس رسولوں کو اپنے ارادہ اور اختیار سے اسرار غیبیہ پر مطلع کرتا ہے اور نیز کبھی کبھی جب چاہتا ہے تو اپنے سچے رسولؐ کے کامل تابعین پر جو اہل اسلام ہیں ان کی تابعداری کی وجہ سے اور نیز اس باعث سے کہ وہ اپنے رسول کے علم کے وارث بنیں بعض اسرار پوشیدہ ان پر بھی کھولتا ہے تا ان کے صدق مذہب پر ایک نشان ہو۔ لیکن دوسری قومیں جو باطل پر ہیں جیسے ہندو اور ان کے پنڈت اور عیسائی اور ان کے پادری وہ سب ان کامل برکتوں سے بے نصیب ہیں۔ میرا یہ کہنا ہی تھا کہ وہ شخص اس بات پر اصراری ہو گیا کہ اگر اسلام کے متبعین کو دوسری قوموں پر ترجیح ہے تو اس موقع پر اس ترجیح کو دکھلانا چاہیئے۔ اس کے جواب میں ہر چند کہا گیا کہ اس میں خدا کا اختیار ہے۔ انسان کا اس پر حکم نہیں۔ مگر اس آریہ نے اپنے انکار پر بہت اصرار کیا۔ غرض جب میں نے دیکھا کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیوں اور دین اسلام کی عظمتوں سے سخت منکر ہے تب میرے دل میں خدا کی طرف سے یہی جوش ڈالا گیا کہ خدا اس کو اس مقدمہ میں شرمندہ اور لاجواب کرے۔ اور میں نے دعا کی کہ اے خداوند کریم تیرے

نبی کریم کی عزت اور عظمت سے یہ شخص سخت منکر ہے اور تیرے نشانوں اور پیشگوئیوں سے جو تو نے اپنے رسول پر ظاہر فرمائیں سخت انکاری ہے اور اس مقدمہ کی آخری حقیقت کھلنے سے یہ لاجواب ہو سکتا ہے اور تو ہر بات پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور کوئی امر تیرے علم محیط سے مخفی نہیں۔

تب خدا نے جو اپنے سچے دین اسلام کا حامی ہے اور اپنے رسولؐ کی عزت اور عظمت چاہتا ہے رات کے وقت رؤیا میں کل حقیقت مجھ پر کھول دی اور ظاہر کیا کہ تقدیر الٰہی میں یوں مقدر ہے کہ اس کی مسل چیف کورٹ سے عدالتِ ماتحت پھر واپس آئے گی۔ اور پھر اس عدالت ماتحت میں نصف قید اسکی تخفیف ہو جائے گی مگر بری نہیں ہوگا۔ اور جو اس کا دوسرا رفیق ہے وہ پوری قید بھگت کر خلاصی پائے گا۔ اور بری وہ بھی نہیں ہوگا بس میں نے اس خواب سے بیدار ہو کر اپنے خداوند کریم کا شکر کیا جس نے مخالف کے سامنے مجھ کو مجبور ہونے نہ دیا۔ اور اسی وقت میں نے یہ رؤیا ایک جماعت کثیر کو سنا دیا۔ اور اس ہندو صاحب کو بھی اسی دن خبر کر دی۔ اب مولوی صاحب!!! آپ خود یہاں آ کر اور خود اس جگہ پہنچ کر جس طرح سے جی چاہے اس ہندو صاحب سے جو اس جگہ قادیان میں موجود ہے۔ اور نیز دوسرے لوگوں سے دریافت کر سکتے ہیں کہ یہ خبر جو میں نے بیان کی ہے یہ ٹھیک درست ہے یا اس میں کچھ کمی بیشی ہے اور ایسے معاملات میں مخالفین مذہب کی گواہی خاص کر دیانند پنڈت کے تابعین کی گواہی جس قدر قابل اعتبار ہے آپ جانتے ہی ہوں گے۔ اب ہم ایک تیسری رؤیا بھی آپ کی خدمت میں نذر کرتے ہیں سردار محمد حیات کا کبھی آپ نے نام سنا ہی ہوگا کہ وہ گورنمنٹ کے حکم سے ایک عرصۂ دراز تک معطل رہے۔ ڈیڑھ سال کا عرصہ گزرا ہوگا یا شائد اس سے زیادہ کچھ عرصہ گزر گیا ہوگا کہ جب طرح طرح کی مصیبتیں اور مشکلیں اور صعوبتیں اس معطلی کی حالت میں ان کو پیش آئیں اور گورنمنٹ کا منشا بھی کچھ برخلاف سمجھا جاتا تھا۔ انہیں دنوں میں ان کے بری ہونے کی خبر ہم کو خواب میں ملی۔ اور خواب میں میں نے ان کو کہا کہ تم کچھ خوف مت کرو خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے وہ تمہیں نجات دے گا۔ چنانچہ یہ خبر انہی دنوں میں بیسیوں ہندوؤں اور آریوں اور مسلمانوں کو سنائی گئی۔ جس نے سنا بعید از قیاس سمجھا اور بعض نے ایک امر محال خیال کیا۔ اور میں نے سنا ہے کہ انہی ایام میں محمد حیات خاں صاحب کو بھی یہ خبر کسی نے لاہور میں پہنچا دی تھی سو الحمدللہ والمنۃ کہ یہ بشارت بھی جیسی دیکھی تھی ویسی ہی پوری ہوئی۔ اب اس خواب کے گواہ بھی ساٹھ ستر سے کچھ کم نہ ہوں گے اور اگر اس میں مسلمانوں کی شہادت

قابل اعتماد نہ ہو اور نہ محمد حیات خان صاحب کی۔ تو آپ کو یاد رہے کہ اس میں دس بارہ آدمی قادیان کے ہندو اور آریہ سماج کے ممبر بھی ہیں کہ جو دین کی لکیر پر چلنے والے اور مسلمانوں کے سخت مخالف ہیں۔ سردار محمد حیات خان صاحب سے نہ ہماری خط و کتابت اور نہ کچھ میل و ملاقات نہ کچھ ایسا تعلق و تعارف ہے۔ ہم حیران تھے کہ اُن کی آخری حالت ان کی سخت بے قراری کے دنوں میں کیوں خدا نے ہم پر ظاہر کی۔ سو آج اس کا سبب ظاہر ہوا کہ یہ کشف بھی اس لئے ہوا کہ تا آج دینی کام میں جس میں خدا نے ہمیں لگایا ہوا ہے کام آوے۔ والحمد للّٰہ ثم الحمد للّٰہ۔

اب ایک چوتھی رؤیا بھی آپ کی تسلّی کامل کے لئے بیان کرتا ہوں۔ تخمیناً دس برس کا عرصہ ہوا ہے جو میں نے ایک خواب میں حضرت مسیح علیہ السلام کو دیکھا۔ اور مسیح نے اور میں نے ایک جگہ ایک ہی برتن میں کھانا کھایا اور کھانے میں ہم دونوں ایسے بے تکلف اور با محبت تھے کہ جیسے دو حقیقی بھائی ہوتے ہیں۔ اور جیسے قدیم سے دو رفیق اور دلی دوست ہوتے ہیں اور بعد اُس کے اِس مکان میں جہاں اب یہ عاجز اِس حاشیہ کو لکھ رہا ہے میں اور مسیح اور ایک اور کامل اور مکمل سیّد آل رسول والان میں خوش دلی سے ایک عرصہ تک کھڑے رہے اور سیّد صاحب کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا۔ اس میں بعض افراد خاصہ اُمت محمدیہ کے نام لکھے ہوئے تھے اور حضرت خداوند تعالےٰ کی طرف سے انکی کچھ تعریفیں لکھی ہوئی تھیں۔ چنانچہ سیّد صاحب نے اس کاغذ کو پڑھنا شروع کیا جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ مسیح کو اُمت محمدیہ کے اُن مراتب سے اطلاع دینا چاہتے ہیں کہ جو عند اللہ اُن کے لئے مقرر ہیں۔ اور اس کاغذ میں عبارت تعریفی تمام ایسی تھی کہ جو خالص خدائے تعالےٰ کی طرف سے تھی سو جب پڑھتے پڑھتے وہ کاغذ آخیر تک پہنچ گیا اور کچھ تھوڑا ہی باقی رہا تب اس عاجز کا نام آیا جس میں خدائے تعالےٰ کی طرف سے یہ عبارت تعریفی عربی زبان میں لکھی ہوئی تھی۔ ھو منّی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی فکاد ان یعرف بین النّاس۔ یعنی وہ مجھ سے ایسا ہے جیسے میری توحید اور تفرید سو عنقریب لوگوں میں مشہور کیا جائے گا۔ یہ آخیر فقرہ فکاد ان یعرف بین الناس اسی وقت بطور الہام بھی القا ہوا۔ چونکہ مجھ کو اس روحانی علم کی اشاعت کا ابتداء سے شوق ہے۔ اس لئے یہ خواب اور یہ القاء بھی کئی مسلمانوں اور کئی ہندوؤں کو جو اب تک قادیان میں موجود ہیں۔ اُسی وقت بتلا یا گیا اب دیکھیئے کہ یہ خواب اور یہ الہام بھی کس قدر عظیم الشان اور انسانی طاقتوں سے باہر ہے

اور گو ابھی تک یہ پیشگوئی کامل طور پر پوری نہیں ہوئی مگر اس کا اپنے وقت پر پورا ہونا بھی انتظار کرنا چاہیئے. کیونکہ خدا کے وعدوں میں ممکن نہیں کہ تخلف ہو اور اس جگہ یاد رہے کہ اگرچہ کبھی کبھی ایسے لوگ بھی کہ جو مذہب اسلام سے خارج ہیں. کوئی کوئی سچی خواب دیکھ لیتے ہیں. مگر ان میں اور مسلمانوں کے خوابوں میں کہ جو خدا کے رسول مقبول کا کامل اتباع اختیار کرتے ہیں. کئی طور سے صریح فرق ہے. منجملہ ان فرقوں کے ایک یہ ہے کہ مسلمانوں کو سچی خوابیں کثرت سے آتی ہیں. جیسا ان کی نسبت خدا تعالےٰ نے آپ وعدہ دے رکھا ہے اور فرمایا ہے لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا لیکن کفار اور منکرین اسلام کو اس کثرت سے سچی خوابیں ہرگز نصیب نہیں ہوتیں بلکہ ان کا ہزارم حصہ بھی نصیب نہیں ہوتا. چنانچہ اس کا ثبوت ہماری ان ہزارہا سچی خوابوں کے ثبوت سے ہو سکتا ہے جن کو ہم نے قبل از وقوع صدہا مسلمانوں اور ہندوؤں کو بتلا دیا ہے اور جن کے مقابلے سے غیر قوموں کا عاجز ہونا ہم ابتدا سے دعوےٰ کر رہے ہیں.

اور ایک یہ فرق ہے کہ مسلمانوں کی خواب اکثر اوقات نہایت عالیشان اور مہمات عظیمہ کی بشارت اور خوشخبری پر مشتمل ہوتی ہے اور کافر کی خواب اکثر اوقات امور خسیسہ میں اور ہیچ اور بے قدر ہوتی ہے اور ذلت اور ناکامی کے مکروہ آثار اس میں نمودار ہوتے ہیں اور اس کے ثبوت کے لئے بھی ہماری ہی خوابوں پر بہ نظر انصاف غور کرنا کافی ہے اور اگر کوئی منکر ہو تو ایسی عالیشان خوابیں کسی غیر مذہب کی ہمارے سامنے پیش کر کے اور ثابت کر کے دکھلاوے.

اور ایک فرق یہ ہے کہ مسلمان کی خواب نہایت راست اور منکشف ہوتی ہے اور کامل مسلمان کو بہت ہی کم اتفاق ہوتا ہے کہ اس کی خواب بے اصل اور اضغاث احلام میں داخل ہو کیونکہ وہ پاک دل اور پاک مذہب ہے اور حضرت احدیت سے سچا رابطہ رکھتا ہے. برخلاف منکر اسلام کے کہ جو بباعث ناپاک دلی اور ناراستی مذہب کے گویا ایک نجاست میں پڑا ہوا ہے اس کو بہت ہی کم اتفاق ہوتا ہے کہ اس کی کوئی خواب سچی ہو. پھر تجربہ سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ اگر کسی منکر اسلام کی شاذ و نادر کوئی بعض خواب کبھی سچی بھی ہو تو اس میں یہ شرط ہے کہ وہ منکر کوئی معاند پادری یا پنڈت نہ ہو بلکہ کوئی سیدھا سادہ ہندو یا غریب عیسائی ہو جس کو اپنے مذہب پر کچھ ایسا اعتقاد نہ ہو نہ اسلام سے کچھ بغض و کینہ ہو اور پھر یہ بھی تجارب کثیرہ سے ثابت ہوا ہے کہ جو کسی غریب ہندو یا عیسائی کی کبھی کسی حالت میں خواب سچی ہو جائے تو وہ خطا اور غلطی کی آمیزش سے

بکلی پاک اور صاف نہیں ہوتی۔ بلکہ کچھ نہ کچھ کمی بیشی اور پراگندگی اور افراط و تفریط ضرور اس میں ہوتا ہے ہم کو یاد ہے کہ محرم ۱۲۹۹ھ کی پہلی یا دوسری تاریخ میں ہم کو خواب میں یہ دکھائی دیا کہ کسی صاحب نے مدد کتاب کے لئے پچاس روپے روانہ کئے ہیں اسی رات ایک آریہ صاحب نے بھی ہمارے لئے خواب دیکھا کہ کسی نے مدد کتاب کے لئے ہزار روپیہ روانہ کیا ہے اور جب انھوں نے خواب بیان کی تو ہم نے اسی وقت ان کو اپنی خواب سنا دی اور یہ بھی کہہ دیا کہ تمہاری خواب میں اتنا حصہ جھوٹ مل گیا ہے اور یہ اسی کی سزا ہے کہ تم ہنود اور دین اسلام سے خارج ہو۔ شاید ان کو گراں ہی گزرا ہوگا مگر بات سچی تھی جس کی سچائی پانچویں یا چھٹے محرم میں ظہور میں آ گئی۔ یعنی پنجم یا ششم محرم الحرام میں مبلغ پچاس روپے جن کو جوناگڑھ سے شیخ محمد بہاؤ الدین صاحب مدار المہام ریاست نے کتاب کے لئے بھیجا تھا کئی لوگوں اور ایک آریہ کے روبرو پہنچ گئے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

اسی طرح ایک مرتبہ خدا نے ہم کو خواب میں ایک راجہ کے مر جانے کی خبر دی۔ اور وہ خبر ہم نے ایک ہندو صاحب کو کہ جو اب پلیڈری کا کام کرتے ہیں بتلائی۔ جب وہ خبر اسی دن پوری ہوئی تو وہ ہندو صاحب بہت ہی متعجب ہوئے کہ ایسا صاف اور کھلا ہوا علم غیب کا کیونکر معلوم ہو گیا!

پھر ایک مرتبہ جب انہی وکیل صاحب نے اپنی وکالت کے لئے امتحان دیا تو اسی ضلع میں سے ان کے ساتھ اسی سال میں بہت سے اور لوگوں نے بھی امتحان دیا۔ اس وقت بھی مجھ کو ایک خواب آئی اور میں نے اس وکیل صاحب کو اور شاید تیس یا چالیس ہندوؤں کو جن میں سے کوئی تحصیل دار کوئی سررشتہ دار کوئی محرر ہے بتلایا کہ ان سب میں سے صرف اس شخص مقدم الذکر کا پاس ہوگا اور دوسرے سب امیدوار فیل ہو جائیں گے۔ چنانچہ بالآخر ایسا ہی ہوا اور ۱۸۶۸ء میں اس وکیل صاحب کے خط سے اس جگہ قادیان میں یہ خبر ہم کو مل گئی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

اور اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ جس طرح ہمارے مخالفین کی خوابیں دنیا کے امور میں اکثر بے اصل اور دروغ بے فروغ نکلتی ہیں ویسا ہی دینیات میں ان کا مغشوش اور بے سروپا ہونا ہمیشہ ثابت ہوتا ہے۔ پچھلے دنوں میں آٹھ یا نو برس کا عرصہ گزرا ہوگا ہم نے سنا تھا کہ ایک پادری صاحب نے یہ پیشگوئی کی ہے کہ اب تین برس کے اندر اندر حضرت مسیح آسمان سے پادریوں کی مدد کے لئے اتر آئیں گے۔ پھر شاید ایک مرتبہ ہم نے منشور محمدی یا کسی اور اخبار میں پڑھا ہے کہ ایک بنگلور کے پادری نے بھی کچھ ایسا ہی وعدہ کیا تھا۔ بہرحال مدت ہوئی کہ وہ تین برس کا وعدہ گزر بھی گیا۔ مگر آج

تک مسیح کو آسمان سے اترتا کسی نے نہیں دیکھا اور یہ پیشگوئی پادریوں کی ایسی ہی جھوٹی ہوئی جیسا بعض نجومی ۱۸۸۱ء کے مہینے میں قیامت کمال قائم ہونا سمجھ بیٹھے تھے اور واضح رہے کہ ہم اس سے انکار نہیں کرتے کہ کسی پادری کو مسیح کے نازل ہونے کے بارے میں خواب آئی ہو مگر ہمارا منشاء یہ ہے کہ پادریوں کی خوابیں بباعث کفر اور عداوت حضرت خاتم الانبیاء کے اکثر دروغ بے فروغ نکلتی ہیں اور اگر کوئی شاذ و نادر کسی قدر سچی ہو تو وہ مشتبہ اور مبہم ہوتی ہے۔ پس اگر مسیح کے بارے میں کہ جوان کو خواب آئی اس کو اس قسم دوم میں داخل کریں تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ مسیح سے مراد عالم رؤیا میں کوئی کامل فرد امتِ محمدیہ کا ہے کیونکہ قدیم سے یہ تجربہ چلا آیا ہے کہ جب کوئی عیسائی ایسی خواب دیکھتا ہے کہ اب مسیح آنے والا ہے کہ جو دین کو تازہ کرے گا یا اگر کوئی ہندو دیکھتا ہے کہ اب کوئی اوتار آنے والا ہے جس سے دھرم کی ترقی ہوگی تو ایسی خوابیں ان کی اگر بعض سچی ہوں تو ان کی یہ تعبیر ہوتی ہے کہ جو اس مسیح اور اس اوتار سے مراد کوئی محمدی شخص ہوتا ہے کہ جو دین کی ترقی اور اصلاح کے لئے اپنے وقت پر ظہور کرتا ہے اور چونکہ وہ اپنی نورانیت میں تمام مقدسوں کا وارث ہوتا ہے اس لئے مشتبہ الخیال لوگوں کی قوتِ متخیلہ میں ایسی صورت پر نظر آتا ہے یعنی ان کو وہ ایک ایسے شخص کی صورت میں متصور ہو کر دکھائی دیتا ہے جس کو وہ اپنے اعتقاد کی رو سے بڑا مقدس اور کامل اور راستی کا پیشوا اور اپنا ہادی خیال کرتے ہیں۔ غرض عیسائیوں اور ہندوؤں کی خوابیں اکثر اوقات بے اصل اور سراسر دروغ یا مشتبہ نکلتی ہیں۔ پس بنظر ان تمام وجوہات کے یہ بات بخوبی بدیہی طور پر ثابت ہے کہ رؤیاءِ صادقہ کا کثرت سے آنا اور کامل طور پر آنا اور مہماتِ عظیمہ میں آنا اور انکشافِ تام سے آنا یہ خاصۂ امتِ محمدیہ کا ہے اس میں کسی دوسرے فرقے کو مشارکت نہیں اور عدم مشارکت کی وجہ یہی ہے کہ وہ تمام لوگ صراطِ مستقیم سے دور اور مہجور ہیں۔ اور ان کے خیالات دنیا پرستی اور مخلوق پرستی اور نفس پرستی میں لگے ہوئے ہیں اور راستبازوں کے نور سے کہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کو ملتا ہے بکلی بے بہرہ اور بے نصیب ہیں یہ صرف دعویٰ نہیں یہ صرف زبان کی بات نہیں یہ ایک ثابت شدہ صداقت ہے جس سے کوئی عقلمند اگر انکار کرے تو اس پر لازم ہے کہ مقابلہ کر کے دکھلائے کیونکہ جو امر کامل ثبوتوں سے اور کامل شہادتوں سے روشن ہو چکا ہے وہ صرف مونہہ کی فضول اور بیہودہ باتوں سے ٹوٹ نہیں سکتا۔ فتدبر و تفکر!

(براہین احمدیہ پرانی ایڈیشن حصہ سوم ص ۲۴۸ تا ص ۲۵۸ حاشیہ در حاشیہ نمبر ا)

اسی طرح حضور علیہ السلام کے بیسیوں کشوف اور ہزاروں الہامات ہیں جن میں نہایت اعلیٰ درجہ کے علوم اور صداقتیں اور پیشگوئیاں موجود ہیں۔

اس سے واضح ہے کہ عالم رؤیاء اور عالم کشف ایک وہمی عالم نہیں بلکہ نہایت زبردست خاصیتیں رکھنے والا عالم ہے۔ اس میں انسان کو علوم بھی دیئے جاتے ہیں۔ غیب کی باتیں بھی بتائی جاتی ہیں۔ پاکیزگی قلب بھی عطا ہوتی ہے۔ اس وقت انسانی روح کا تعلق اس سرچشمہ علم و حکمت سے بڑھ جاتا ہے اور اس جسم کی قیود سے وہ ایک حد تک آزاد ہو جاتی ہے۔

ایسا ہی عالم آخرت میں انسانی کی حسیں اور قوتیں نہایت تیز ہو جائیں گی۔ وہاں ایک حقیقی نیک انسان کی نظر اللہ تعالیٰ کے حسن و احسان کی تجلیات کا مشاہدہ کرنے کے قابل ہو جائے گی۔ اس کے کان کلام الٰہی کے سننے کے اہل ہو جائیں گے۔ اس کا دل محبت الٰہی کا تخت گاہ بن سکے گا۔ اور اس کے وجود کا ہر حصہ اللہ تعالیٰ کی لطیف در لطیف اور لذیذ در لذیذ نعمتوں سے لطف اندوز ہو سکے گا۔

اس کے بالمقابل ایک ایمان سے خالی اور بدکار انسان کو جہنم کے عذاب کے مطابق حسیں دی جائیں گی۔ تا وہ اس عذاب کی شدت کو چکھ سکے اور اپنے کیئے کا بدلہ پائے۔ ذق انک انت العزیز الکریم۔ (سورہ دخان ۵۰) یعنی تو اس عذاب کو چکھ۔ تو اپنے آپ کو عزت والا اور بزرگی والا سمجھتا تھا۔

(۲) دوسرا امر جس کا اخروی زندگی کے تعلق میں بیان کرنا ضروری ہے یہ ہے کہ روح کیا چیز ہے اور روح اور جسم کا باہمی کیا تعلق ہے۔ قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ روح مخلوق ہے اور جسم کے اندر بعض کیمیاوی تغیرات کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ لیکن وہ تغیرات ایسے ہیں کہ ان کے مادی اسباب ہمارے لئے معلوم کرنے ممکن نہیں۔ انسانی پیدائش کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۗ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝ (المؤمنون۔ رکوع ۱)

اور تحقیق ہم انسان کو ایک ذلیل پانی کے خلاصے سے پیدا کرتے ہیں۔ پھر ہم اُسے بطور نطفہ ایک محفوظ جگہ میں رکھتے ہیں۔ پھر اس نطفہ کو گاڑھا کر کے جما ہوا خون بناتے ہیں۔ پھر اس کو گوشت کا لوتھڑا بناتے ہیں پھر اس میں ہڈیاں بناتے ہیں۔ پھر ہڈیوں کے اوپر گوشت چڑھاتے ہیں پھر اس کو ایک اور خلق میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ پس مبارک ہے وہ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

اِس خلق میں تبدیل ہونے سے پہلے بچہ بے جان ہوتا ہے۔ اس میں کوئی حرکت قلب نہیں ہوتی۔ نہ کوئی دورانِ خون ہوتا ہے اس کا کوئی عضو کام نہیں کر رہا ہوتا۔ لیکن اس تبدیلی کے بعد وہ جاندار ہو جاتا ہے۔ اس میں حرکت قلب اور دوران خون شروع ہو جاتا ہے اور وہ حرکت کرنے لگتا ہے اور زندوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس میں زیادہ مضبوطی پیدا ہوتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ رحم مادر سے اس دنیا میں آکر یہاں کی زندگی بسر کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اسے زندہ کرنے اور زندہ رکھنے والی چیز روح کہلاتی ہے۔ وہ ایک لطیف جوہر ہے جسے اللہ تعالیٰ بعض کیمیاوی تراکیب سے جسم کے اندر سے پیدا فرماتا ہے۔ پھر یہ جوہر جسم سے اپنا تعلق پوری طرح قائم کر لیتا ہے اور قلب اور دماغ پر محیط ہو کر ان سے کام کرواتا ہے۔ یہی زندگی ہوتی ہے۔ اور اس تعلق کا منقطع ہو جانا موت ہے۔

اللہ تعالیٰ روح کے متعلق فرماتا ہے قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ۔ (بنی اسرائیل رکوع ۱۰) یعنی تو کہہ کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔ یعنی وہ ایک نشانِ قدرت ہے اور تم لوگ روح کے بارے میں بہت تھوڑا علم رکھتے ہو۔ اس آیت سے یہ مراد ہے کہ روح کے لئے کوئی ایسا مادہ نہ تھا کہ انسان اپنی طاقت سے اس میں سے روح کو نکال سکتا بلکہ وہ محض اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اس مادہ میں سے پیدا ہوتی ہے اور ان تغیرات کو انسان سمجھ نہیں سکتا جن کے ذریعہ وہ پیدا کی جاتی ہے۔ وہ محض تجلّی الٰہی سے ظہور پذیر ہوتی ہے۔ عدم محض سے نہیں بلکہ ایسے اسباب سے جو انسانی فہم و ادراک سے بالا ہیں۔

(باقی)

قیامت حق ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ھیں:-

"بے شک قیامت حق ہے اور اس کی قدرتوں کا ایک نمونہ الم تعلم انّ اللّٰہ علیٰ کلّ شیئٍ قدیر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ حشر نشر پر بھی قادر ہے اور حشر نشر قدرت ہی پر موقوف ہے"

(الحکم ۱۷ نومبر ۱۹۰۵ء)

فلسفہ درود شریف!

(مکرم محمد شفیع خان صاحب نجیب آبادی - ناظم آباد کراچی)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:-

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج رہے ہیں اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر درود اور بہترین رنگ میں سلام بھیجو۔

اسی طرح حدیث شریف میں بھی آتا ہے:-

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ (ریاض الصالحین، کتاب الصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم -)

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجے گا۔ (امام مسلم نے اس روایت کو بیان کیا ہے)

کائنات عالم میں سب مخلوقات میں سے اللہ تعالیٰ کا محبوب ترین وجود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جب صدق دل اور سچے جوش وخروش اور والہانہ محبت سے متاثر ہو کر کوئی شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا کرتا ہے۔ اور آپ پر درود بھیجتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی محبت بھی جوش میں آجاتی ہے اور درود بھیجنے والے پر اپنی رحمتوں اور برکتوں اور فضلوں کی بارش کرنے لگتی ہے۔ جس طرح کسی دوست کے بچے سے اگر کوئی اظہار محبت

کرے تو یہ بات اس دوست کی محبت کو بھڑکانے والی ہوتی ہے۔ اسی طرح درود شریف اللہ تعالیٰ کے جذبات محبت کو جوش میں لے آتا ہے۔ اس سے صاف طور پر یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ اگر درود شریف کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کو جوش دلا کر اس کے رحم و کرم کا خواستگار ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار انوار و برکات نازل ہوتے ہیں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ اَلصَّلٰوۃُ ھُوَ الْمُرَبِّی (تذکرہ ص۵۱) یعنی اور محمدؐ پر اور محمدؐ کی آل پر درود بھیج۔ درود ہی تربیت کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر اس کثرت سے درود بھیجتے کہ بعض اوقات محویت و استغراق کا عالم آپ پر طاری ہو جاتا۔ اسی محویت و استغراق کی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے آپ اپنی معروف کتاب حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں:-

"ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ درود شریف کے پڑھنے میں یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ایک زمانہ تک مجھے بہت استغراق رہا۔ کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں بہت دقیق راہیں ہیں۔ وہ بجز وسیلہ نبی کریمؐ کے مل نہیں سکتیں جیسا کہ خدا فرماتا ہے وابتغوا الیہ الوسیلۃ۔ تب ایک مدت کے بعد کشفی حالت میں مَیں نے دیکھا کہ دو سقے یعنی ماشکی آئے اور ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راہ سے میرے گھر میں داخل ہوئے اور ان کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں اور کہتے ہیں ھٰذا بما صلّیت علٰی محمّدٍ (یعنی یہ سب کچھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی وجہ سے ہے)"

(حقیقۃ الوحی ص۱۲۸ حاشیہ)

پس جہاں درود شریف کی کثرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ان گنت احسانوں کا اعتراف ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی بے انتہا برکتوں اور رحمتوں کا حامل بھی ہے اللّٰھم صلّ علٰی محمّدٍ وعلٰی آلِ محمّدٍ وبارک وسلّم انّک حمیدٌ مجید۔

جب ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر غور کرتے ہیں تو پایا جاتا ہے کہ پانچ وقت کی نمازوں میں بھی ہمیں یہی دعا سکھلائی گئی ہے یعنی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ یعنی اے اللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آنے والی روحانی اولاد پر اسی طرح فضل نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم اور اس کی اولاد پر فضل نازل فرمائے تھے۔

اسی طرح اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ یعنی اے اللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آنیوالی روحانی اولاد پر اسی طرح برکتیں نازل فرما جس طرح تونے ابراہیم اور اس کی اولاد پر برکتیں نازل فرمائیں۔

ہمارا ایمان ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم افضل الرسل اور سید ولد آدم ہیں۔ آپ پر تمام کمالات ختم ہوگئے اور اللہ تعالےٰ کی برکتیں اور رحمتیں زیادہ سے زیادہ جو کسی انسان کو مل سکتی تھیں آپ کو ملیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسی برکتیں اور رحمتیں ہیں جو ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر نازل ہوئی تھیں جن کو اس بابرکت دعا میں مانگنا سکھایا گیا ہے اور صرف یہ نہیں کہ کسی مخصوص وقت تک کے لئے یہ دعا ہو بلکہ جب تک دنیا قائم ہے تب تک مسلمان ہمیشہ اس دعا کا پانچوں نمازوں میں اور اس کے علاوہ بھی کثرت کے ساتھ ورد کرتے رہیں گے۔ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز زیر آیت وَوَھَبْنَا لَہٗٓ اِسْحٰقَ ط وَیَعْقُوْبَ نَافِلَۃً ط وَکُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ (انبیاء ۷۳) فرماتے ہیں۔

"پھر فرماتا ہے ہم نے ابراہیمؑ کو اسحٰقؑ اور یعقوبؑ انعام کے طور پر بخشے۔ ایسا ہی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی وعدہ ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کو دعا سکھلائی گئی ہے کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ یعنی اے اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آنے والی روحانی اولاد پر اسی طرح فضل نازل فرما جس طرح تونے ابراہیم اور اس کی اولاد پر فضل نازل فرمائے تھے۔

بعض لوگ نادانی سے یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا درجہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہت بڑا ہے۔ پھر ایک بڑے درجہ والے کے لئے یہ دعا کرنا کہ اُسے وہ کچھ ملے جو ان سے چھوٹے درجہ والے کو ملا تھا اور نہ صرف ایک دفعہ یہ دعا کرنا بلکہ قیامت تک کرتے چلے جانا ایک مضحکہ خیز امر ہے۔ اور یہ ایسی ہی دعا ہے جیسے کسی ای۔ اے۔ سی کو کہا جائے کہ خدا تمہیں تھانیدار بنادے۔ اس کے متعلق یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو قسم کی خوبیوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک خوبیاں تو وہ ہیں جو ان کی ذاتی ہیں مثلاً یہ کہ ابراہیمؑ حلیم تھا۔ اوّاہ تھا۔ منیب تھا۔ صدیق تھا۔ خدا کا مقرب تھا۔ ان خوبیوں اور درجوں کے لحاظ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں اگر آپ افضل نہ ہوتے تو آپ خاتم النبیین اور سید ولد آدم کس طرح ہو سکتے ہیں پس جہاں تک محمدی مقام کا سوال ہے وہ ابراہیمی مقام سے یقیناً افضل ہیں۔

مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان ذاتی خوبیوں کے علاوہ قرآن کریم سے ہمیں ان کی ایک اور خوبی بھی معلوم ہوتی

ہے جو قومی انعام کے رنگ میں ظاہر ہوئی۔ اور وہ یہ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی تھی کہ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ (۲-۱۲۸) یعنی اے ہمارے رب ہمیں اپنا سچا فرمانبردار بنائیو اور ہماری ذریت میں سے بھی ایک ایسی امت پیدا کیجیو جو تیری رضا کو حاصل کرنے والی اور تیری راہوں پر چلنے والی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمایا کہ وہ فرماتا ہے وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ۔ (عنکبوت ۴) ہم نے ابراہیم کی ذریت میں نبوت رکھدی گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے جو کچھ مانگا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے بڑھ کر آپ کو انعام دیا۔ اس نقطہ نگاہ سے جب ہم درود میں یہ کہتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اسی طرح فضل نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم پر فضل نازل فرمایا تو اس کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ خدایا جو معاملہ تو نے ابراہیم علیہ السلام سے کیا تھا وہی سلوک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کرنا

جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو کچھ مانگا تھا تو نے اس سے بڑھ کر ان کو انعام دیا۔ اسیطرح محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ مانگا ہے اس سے بڑھ کر آپ کو انعام دیجیو۔ اب یہ امر ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے عرفان کے مطابق دعائیں کیں اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عرفان کے مطابق کیں بلکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ سے اتنی دعائیں کی ہیں کہ مجموعی طور پر تمام انبیاء نے بھی اتنی دعائیں نہیں کی ہوں گی۔ پھر جب یہ مسلمہ امر ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عرفان ابراہیمی عرفان سے بہت بالا تھا تو پھر یہ بھی یقینی امر ہے کہ آپ کی دعائیں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں سے بڑھی ہوئی تھیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو جو کچھ ملتا ہے وہ ابراہیمی انعامات سے بہت زیادہ ہے۔

پس درود شریف میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج کی بلندی اور آپ کی امت کی ترقی کے لئے اتنی جامع دعا سکھائی گئی ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی دعا تصور میں بھی نہیں آسکتی۔ کیونکہ اس میں یہ سکھایا گیا ہے کہ الٰہی وہ رحمتیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ ان کی ذریت پر نازل ہوئیں۔ ان سے بڑھ کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نازل کی جائیں۔ یعنی جس طرح ابراہیم کو ان کے مانگنے سے بڑھکر ملا۔ اسی طرح محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ مانگا ہے آپ کو بھی اس سے بڑھکر انعام دیا جائے

اور چونکہ وسعت فیض کے لحاظ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دعائیں بہت بڑھی ہوئی ہیں اس لئے آپ کے انعام بھی ابراہیمی انعامات سے بہت بڑھ کر ہیں لوگوں کو غلطی صرف "کما" کے لفظ سے

لکھی ہے۔ حالانکہ اس جگہ ما مصدریہ ہے اور کما صلّیت کے صرف اتنے معنے ہیں کہ کصلوٰتک علیٰ ابراھیم یعنی جس طرح تو نے ابراہیم پر اپنی برکات نازل کیں اسی قسم کی برکات محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی نازل فرما۔ اگر کما صلّیت کے بجائے الیٰ قدر ما صلّیت کہا جائے تو بے شک اس کے یہ معنی ہو سکتے تھے کہ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس درجہ کا درود بھیج جس درجہ کا درود تو نے ابراہیم علیہ السلام پر بھیجا تھا مگر یہاں درجہ کا ذکر نہیں بلکہ قسم کا ذکر ہے اور مراد یہ ہے کہ جس قسم کی برکت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی اولاد کو دی گئی تھی وہی قسم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولاد کو بھی ملے اور وہ یہی برکت ہے کہ جو کچھ ابراہیمؑ نے مانگا تھا خدا نے اس سے بڑھ کر اسے انعام دیا۔ اسی طرح ہمیں یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ جو کچھ محمد رسول اللہ نے مانگا ہے اے خدا تو اس سے بڑھ کر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت پر انعام و اکرام کی بارش نازل فرما۔" (تفسیر کبیر جلد چہارم۔ سورۃ انبیاء ص ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۳۴)

میں پھر آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ سے کیا مانگا تھا اور اللہ تعالےٰ نے کیا دیا۔ ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنا سچا فرمانبردار بنائیو۔ اور ہماری ذریّت میں سے بھی ایک ایسی امت پیدا کیجیئو جو تیری رضا کو حاصل کرنے والی اور تیری راہوں پر چلنے والی ہو۔

اس دعا کی قبولیت کے نتیجے میں اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کیا دیا۔ وجعلنا فی ذریتہ النبوّۃ والکتاب یعنی ہم نے ابراہیم کی ذریت میں نبوت رکھدی۔

گویا درود شریف کی دعا میں ہر مسلمان ہر نماز میں اور ہر آن یہ دعا مانگتا ہے کہ یا اللہ جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام و آل ابراہیم پر اپنا فضل اور برکتیں نازل کیں اسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آل محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرما۔

یعنی جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں نبوت رکھدی اسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذریت پر بھی اپنے فضلوں کی بارش نازل فرما۔

چنانچہ اللہ تعالےٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دعائیں قبول فرما کر فرمایا:۔ انّا اعطینٰک الکوثر اے میرے محبوب ہم نے تجھے خیر کثیر عطا فرمایا۔

"اقرب الموارد نے کوثر کے یہ معنے بیان کئے ہیں کہ الکثیر من الخیر۔ ایسا امر جو خیر کثیر والا ہو الرجل الکثیر العطاء والخیر ایسا شخص جو بہت سخی ہو اور بڑی خیر والا ہو گویا نھر فی الجنۃ اور الکثیر من کل شیئ کے علاوہ کوثر کے ایک تیسرے

معنی بھی ہیں جن کو مفسرین نے بھی تسلیم کیا ہے اور لغت والوں نے بھی تسلیم کیا ہے اور وہ یہ ہیں کہ :۔ الرجل الکثیر العطاء والخیر۔ ایسا آدمی جس میں عطا و خیر کثرت سے پائی جاتی ہو اور جو انتہا درجہ کا سخی انسان ہو۔ پس انا اعطینٰک الکوثر کے ایک معنے یہ ہوئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں سے ایک ایسا شخص پیدا ہو گا جو کثیر العطاء والخیر ہو گا۔ ان معنوں کی رو سے اس آیت کی یہ صورت ہو گی کہ انا اعطینٰک رجلا کثیر العطاء والخیر۔ ہم تجھے ایک ایسا آدمی دیں گے جس میں عطا و خیر کثرت سے پائی جائے گی۔ ...... اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ شخص جو آپ کو دیا جائے گا آپ کا روحانی فرزند ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ ایک شخص ظاہر ہونے والا ہے بلکہ وہ فرماتا ہے انا اعطینٰک ہم نے تجھ کو بخشا ہے اور جو کسی کو بخشا جاتا ہے وہ اس کا غلام ہوتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کے لحاظ سے دو نام تھے۔ آپ کا نام احمد بھی تھا اور آپ کا نام محمد بھی تھا۔ اب انّا اعطینٰک الکوثر میں "ک" کی جگہ احمد رکھ دو تو آیت یوں بن جائے گی انّا اَعْطَیْنٰکَ اَحْمَدَ ہم نے بخشا ہے احمد کو اور چونکہ بخشا جانے والا وجود غلام کہلاتا ہے۔ پس دوسرے لفظوں میں یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ایک غلام احمد دنیا میں آئے گا جو کثیر العطاء والخیر ہو گا۔"

(تفسیر کبیر جلد ۶ جزء ۴ حصہ ۳ صفحہ ۴۷۱-۴۷۲)

گویا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو برکتیں عطا کی تھیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس سے بہت بڑھ کر کوثر عطا فرمایا ہے اور ہر چیز آپ کی خواہش اور مطالبہ اور دعا سے بہت بڑھ کر دی ہے۔

اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد و علیٰ اٰل محمّد و بارک وسلّم انک حمیدٌ مّجید

پس درود شریف میں ابراہیم علیہ السلام والی رحمتیں اور برکتیں مانگنے کا یہی مطلب ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو ان کی دعا سے زیادہ یہ انعام دیا گیا کہ ان کی ذرّیت میں نبوت عطا کی اسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ویسا ہی انعام دیا گیا اور دیا جائے گا۔ کہ آپ کی ذریت میں بھی نبوت عطا فرمائی مگر آپ کی ذریت میں جس شان سے نبوت عطا فرمائی یہ شان اور رسولوں کو عطا نہیں ہوئی اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ۝ (سورۂ نساء ۷۰)

یعنی جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے وہ اس گروہ میں شامل ہو جاتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ

نے اپنے انعامات نازل کئے یعنی نبیوں میں یا صدیقوں میں شہیدوں میں یا صلحاء میں اور یہ لوگ بہترین رفیق ہیں دیکھو یہ کتنا بڑا انعام ہے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ملا کہ آپ کی مطابعت اور پیروی میں اللہ تعالٰے نے نبوت اور صدیقیت اور شہادت اور صالحیت کا مقام رکھدیا۔

پس میں چند احادیث تحریر کر کے اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

آپؐ نے فرمایا جو مجھ پر ایک بار درود بھیجے اللہ تعالےٰ اس کے بدلہ میں اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے (مسلم)

قیامت کے دن وہ شخص سب سے زیادہ میرا نزدیکی ہوگا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود پڑھنے والا ہوگا (ترمذی)

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سب دنوں سے جمعہ کا دن افضل ہے۔ اس دن مجھ پر بہت درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ (ابو داؤد)

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خاک آلود ہو ناک اس شخص کی جس کے پاس میں ذکر کیا جاؤں اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے (ترمذی)

بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار

اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد وعلیٰ اٰل محمّد کما صلّیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انّک حمید مّجید۔ اللّٰھم بارک علیٰ محمّدٍ وّعلیٰ اٰل محمّد کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انّک حمیدٌ مّجید۔

آنحضرتؐ کی شانِ بلند

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بلند دیکھو کہ شب و روز بلکہ ہر وقت درود پڑھا جاتا ہے اور ۹۹ کروڑ مسلمان اس کے خادم موجود ہیں"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۸۵)

اسلامی معاشرہ کا عصبی نظام

یعنی اسکی ہیئت ترکیبی و دستور اساسی!

(از مکرم پروفیسر بشارت الرحمن صاحب ایم۔ اے۔ تعلیم الاسلام کالج ربوہ)

(۳)

گذشتہ اقساط میں یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ جماعت مسلمہ کو جسم انسانی سے تشبیہہ حاصل ہے۔ جس طرح انسانی جسم میں ایک نظام عصبی ہے۔ جس پر سارے جسم کے ہر قسم کے افعال و اعمال کا دار ومدار ہے اسی طرح معاشرہ اسلامی کی فعالیت اس نظام عصبی کی صحت پر منحصر ہے۔ جسم انسانی میں نظام عصبی کا مرکز دل و دماغ ہے۔ دل سے مراد شعوری و لاشعوری جذبات و افکار اور اعمال کے مرکزی محرکات کا مقام ہے جسم انسانی میں خون کو گردش دینے والا عضو دل ہے یہ دل ہی دراصل معنوی دل سے ایک لاشعوری اور مخفی تعلق رکھتا ہے اور تمام جسم انسانی کے اعضا کا بادشاہ ہے روحانیت کا مرکز بھی دل ہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اس حقیقت کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو روحانی کوچہ سے آشنائی رکھتے ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلَا اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اِذَا فَسَدَتْ۔ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ۔

یعنی سنو کہ جسم انسانی میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے۔ جب وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے اور سنو کہ یہ گوشت کا ٹکڑا دل ہے۔

جسم کے نظام عصبی کا شعوری مرکز بہرحال دماغ ہے جو کہ معنوی دل کے لئے بمنزلہ وزیر کے ہے۔

دماغ سے اعصاب کی ان گنت شعاعیں سارے جسم میں پھیلتی چلی جاتی ہیں اس نظامِ عصبی کے بڑے کام تین ہیں

۱۔ جسم کے تمام اعضاء اسی نظام کی بدولت اپنے کام پر مکلف اور مجبور ہیں اور اپنے فرائض سرانجام

دیتے چلے جاتے ہیں۔

(ب) اسی نظام کے ذریعہ سے دل اور دماغ کے احکام کی فوری اطلاع چھوٹے اعضاء کو ہوتی ہے سوچنے اور فیصلہ کرنے کا کام بہرصورت دل و دماغ کے سپرد ہے۔ باقی اعضاء کا کام محض ان کے احکام کی تعمیل کرنا ہے

(ج) اگر جسم کے کسی حصے میں کوئی مرض یا تکلیف پیدا ہو تو اسی نظام کے ذریعے سے اس امر کی فوری اطلاع دماغ کو پہنچتی ہے اور وہ اس کے تدارک کی تدبیر کرتا ہے اور پھر سارے جسم کے اعضاءُ دماغ ہی کی وساطت سے بیمار عضو کی تکلیف میں شریک ہو جاتے ہیں۔

معاشرۂ اسلامی کی ساخت ہیئت ترکیبی یا دستور العمل بھی اسی اصول پر قائم ہے یعنی اس میں بھی اسیطرح کا نظام قائم ہے اس میں بھی بعض افراد دل و دماغ کی حیثیت رکھتے ہیں اور بعض ہاتھ پاؤں و دیگر جوارح کی۔ اسلامی معاشرہ کا ہر رکن کا فرض ہے کہ وہ اپنے مقام کا تعین کرے اور اپنے اعمال کو اس کے مطابق ڈھالے ورنہ معاشرہ میں سخت گڑبڑ پیدا ہو جائے گی جیسے کہ جسم انسانی میں ہاتھ پاؤں اگر خود دماغ کا کام کرنے کی کوشش کریں تو نتیجہ صفر ہوگا معاشرہ اسلامی میں ہر رکن کا فرض ہے کہ جسم انسانی کے اعضاء کی طرح اپنے مرتبہ و مقام کے مطابق اعمال بجالائے۔ صرف ایسی صورت میں ہی معاشرے کا قدم ترقی کی طرف اٹھے گا ورنہ قعرِ مذلت میں گرتا چلا جائے گا اسی حقیقت کی طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث اشارہ کرتی:۔

خَيْرُ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُ مَا لَا يُعْنِيهِ

کہ انسان کا بہترین اسلام یہ ہے کہ جو امور اس سے متعلق نہیں ان میں دخل نہ کرے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جماعت کا نقشہ کھینچتے ہوئے آپ کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے جسم انسانی سے ہی تشبیہہ دی ہے آپ فرماتے ہیں:۔

اِنَّ الصَّحَابَةَ كُلَّهُمْ كَذُكَاءٍ

. . . .

كَانُوْا لِخَيْرِ الرُّسُلِ كَالْاَعْضَاءِ

یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے ذاتی کمالات و اوصاف کے لحاظ سے بے شک سورج کی طرح درخشندہ و تابندہ تھے مگر سرور کائنات فخر موجودات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بمنزلہ اعضاءُ کے تھے یعنی جس طرح جسم کے اعضاء دماغ کے اشارے پر ہی حرکت کرتے ہیں۔ اسی طرح صحابہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام و اشارے سے متحرک ہوتے تھے۔

پس اسلامی معاشرے میں سربراہ کی حیثیت دل و دماغ کی ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ انسانی جسم

کے اعضاء کی طرح اپنے نظام، اپنے امام، اپنے امیر یا حکومت وقت کا فرمانبردار رہے
جس طرح جسم انسانی بغیر دل و دماغ کے مردہ ہوتا ہے۔ اسی طرح کوئی اسلامی معاشرہ اس نام کا حقیقی طور پر مستحق نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا ایک واجب الاطاعت امام نہ ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ مَاتَ بِغَیْرِ اِمَامٍ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً۔ یعنی جو شخص بغیر کسی امام کو قبول کرنے کے مرتا ہے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے ایک اور روایت میں آتا ہے مَنْ لَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ فَقَدْ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً۔ یعنی جس شخص نے اپنے زمانے کے امام کو نہیں پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا یعنی اس کا انجام نہایت ہی بد ہوا۔ کیونکہ جاہلیت کی موت ہر قسم کی شقاوتوں کا مجموعہ ہے۔

قرآن کریم میں بھی خلافت اسلامیہ کے منکرین کو "فاسق" کا لقب دیا گیا ہے چنانچہ سورہ نور میں آیت استخلاف کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ یعنی جو لوگ خلافتِ اسلامیہ کے قیام و استحکام کے بعد منکر ہوں گے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ فاسقین میں شمار ہوں گے۔

جسمِ انسانی میں اگر کوئی عضو دل و دماغ کے احکام کی اطاعت نہیں کرتا یا ان کے احکام کو وصول کرنے اور ان کی تعمیل کرنے کا عمل اس سے مفقود ہو جاتا ہے تو اس عضو کو فالج زدہ قرار دے دیا جاتا ہے اسی طرح معاشرہ اسلامی میں امیر یا امام وقت کی اطاعت سے سرتابی کرنے والے افراد شدید روحانی بیماری میں گرفتار متصور ہوں گے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ یعنی جو شخص اپنے آپ کو جماعتی نظام سے علیحدہ کرتا ہے اسے کاٹ کر آگ میں گرا دیا جاتا ہے۔

اسلامی معاشرے کے بنیادی اصول بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے :-

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا لَھُمْ فِیْھَآ اَزْوَاجٌ مُّطَھَّرَۃٌ وَّ نُدْخِلُھُمْ ظِلًّا ظَلِیْلًا اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰہَ	یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور ایمان کے مطابق نیک اور مناسب حال اعمال بجا لائے ہم انہیں ضرور ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیش کے لئے رہتے چلے چلے جائیں گے ان باغات میں ان کے لئے پاکیزہ جوڑے اور ساتھی ہوں گے اور ہم ان کو نہایت ہی گھنے سائے میں داخل کریں گے (جس میں تمازت آفتاب کی وجہ سے انہیں کچھ بھی تکلیف نہ ہوگی) اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم امانتوں کو ان کے اہل کے

نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ
سَمِیْعًا بَصِیْرًا ۝ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا
الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ
فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ
اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ
بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ
خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ۝

(النساء ۵۹، ۶۰ (۶))

سپرد کر دیا کرو اور اے مسلمان حکام جب تم لوگوں کے درمیان حکومت کی امانت سپرد کئے جاؤ اور اس کے فرائض سر انجام دو تو اپنے فیصلوں کی بنیاد عدل پر رکھو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ اس امر کے متعلق تمہیں کیا ہی اچھی نصیحت کر رہا ہے (یعنی اس امر کے محاسن اس پر عمل کرنے کے بعد ہی تم پر واضح ہوں گے) یقیناً اللہ تعالیٰ تمہاری دعاؤں کو سننے والا اور تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو پھر اس کے رسول کی اور اپنے درمیان قائم شدہ اولی الامر کی اطاعت کرو اگر کسی امر کے بارے میں تمہارے درمیان باہمی جھگڑا پیدا ہو جائے تو اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ تعالیٰ اور بعد میں آنے والے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی امر تمہارے لئے خیر و برکت کا موجب ہے اور انجام کے لحاظ سے بہترین ہے۔

مندرجہ بالا آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو جنتوں کا وعدہ دیا ہے اور قرآن کریم میں دوسرے مقام پر آتا ہے کہ مومن کو دو جنتیں ملتی ہیں ایک اس دنیا میں اور ایک اگلے جہان میں۔ دنیوی جنت اخروی جنت کے لئے بطور ارہاص اور پیش خیمہ کے ہوتی ہے۔ جنت سے مراد اس دنیا میں انفرادی طور پر قلبی سکون اور اطمینان اور قومی طور پر ایک پاکیزہ اور صحت مند معاشرہ ہے۔ ایسا پاکیزہ معاشرہ مومنوں کے لئے نہایت ہی گھنا سایہ میسر کرتا ہے جس کے ذریعہ سے وہ دین و دنیا کی آفات سے بچے رہتے ہیں۔ چوری ڈکیتی، قتل و غارت کا انہیں کوئی ڈر نہیں ہوتا کیونکہ اس معاشرے کے افراد اخلاق رذیلہ سے پاک کئے جاتے ہیں۔ فرماتا ہے کہ اس قسم کا معاشرہ قائم کرنے کے لئے نیز اگلے جہان کی جنت کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم امانتوں کو ان کے اہل کے سپرد کر دیا کرو۔ مثلاً حکومت کی امانت انہیں لوگوں کو سپرد کرو جو ہر لحاظ سے اس کے مستحق ہوں۔ کسی پروپیگنڈے سے متاثر ہونا، سفارش یا دباؤ قبول کرنا، لالچ اور حرص کی وجہ سے غیر مستحق شخص کو ووٹ دے کر اسے حکومت کی امانت سپرد کرنا مندرجہ بالا ارشادات خداوندی کے صریح منافی ہے۔ اسی طرح عام طور پر بھی یہ حکم ہے کہ جب بھی کسی کام پر کسی شخص کو مقرر کیا جائے تو صرف اور صرف اس شخص کی اس کام کے لئے اہلیت دیکھی جائے۔ کسی سفارش یا دباؤ سے متاثر ہونا مومنانہ شان کے خلاف ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ مسلمان حکام کو حکم دیتا ہے کہ تمہارے تمام فیصلوں کی بنیاد عدل پر ہونی چاہیئے۔ یعنی جس امر کے متعلق بھی تم کوئی فیصلہ کرو تو اس امر کی مقتضیات کو کما حقہ پورا کرو۔ اپنے فرائض کو پورے طور پر ادا کرو اور اگر نہیں کر سکتے تو اس افسری یا عہدہ کو چھوڑ دو۔ یہ ہے اس کام

باعہدے کے ساتھ عدل۔ پھر ایک دوسرا عدل بھی ہے کہ تم فیصلے کرتے وقت اپنے آپ کو دوسرے لوگوں کے حقوق میں مساوی سمجھ کر فیصلہ کیا کرو۔ کہ اگر میں فلاں شخص کی جگہ پر ہوتا تو کیا اپنے موجودہ فیصلے کو برحق سمجھتا۔ یہی امر ہے کہ جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان فرمایا ہے لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ یعنی تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے نفس کے لئے پسند کرتا ہے۔ اس کے بعد فرماتا ہے کہ اے مومنو! تمہارے درمیان قانون سازی صرف اللہ تعالےٰ کا کام ہے اس لئے اگر نفسی و آفاقی امن چاہتے ہو اور حقیقی معاشرہ قائم کرنا چاہتے ہو اور اخروی جنت کے طالب ہو جو دراصل اسی دنیوی جنت کا تسلسل ہے تو اللہ تعالےٰ کے احکام کا جؤا خوشی سے اپنی گردنوں پر رکھ لو اور چونکہ اللہ تعالےٰ کے مجمل احکام کی تفصیل اس کا رسول ہی کرتا ہے اور اپنے نمونہ سے وہی بتاتا ہے کہ ان احکام کی اطاعت کس رنگ میں کرنی چاہیئے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ کے بعد اس کے رسول کی اطاعت بھی لازمی ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر ہر شخص اپنا بادشاہ خود ہو تو معاشرے میں سخت گڑبڑ اور بدامنی پھیل جائے گی۔ اس لئے اپنے امیر یا امام، خلیفۂ وقت اور اپنے درمیان قائم شدہ حکومتِ وقت کے احکام کی بھی تابعداری کرو۔ خدا اور اس کے رسولؐ کے ساتھ جھگڑا کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہاں ان سے اتر کر دوسرے اولی الامر سے ذہنی اختلاف پیدا ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت میں فرمایا کہ تم اس امر مختلف فیہ کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف لوٹا دیا کرو۔ اور اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر سچا ایمان لاتے ہو تو اپنی مرضی چھوڑ دو اور اللہ اور رسول کی ہدایت کی پیروی کرو۔ یہی امر تمہارے لئے خیر و برکت اور اچھے انجام کا موجب ہوگا۔

خلافتِ راشدہ اسلامیہ بھی "اولی الامر منکم" کی ذیل میں آتی ہے۔ اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی مسلمان کو کسی خلیفۂ راشد سے کسی مسئلہ میں ذہنی و اجتہادی اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیئے؟ اس معاملے کو قرآن کریم کے حکم کے مطابق اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹانے کا کیا مطلب ہے؟ کیا کوئی مسلمان خلیفۂ وقت کا حکم ماننے سے انکار کر سکتا ہے جب کہ اس شخص کے نزدیک اس کا حکم اللہ اور رسول کے منشاء کے خلاف ہو؟ اب ظاہر ہے کہ یہ طریقِ عمل بالبداہت غلط ہے۔ کیونکہ خلیفۂ وقت بھی تو اپنے فیصلے کی بنیاد اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر ہی رکھے گا۔ یہاں تقابل خلیفۂ وقت کے حکم اور خدا اور رسول کے حکم میں نہیں بلکہ ایک فرد کے فہم اور خلیفۂ وقت کے فہم میں ہے کیونکہ خلیفۂ وقت جو بھی حکم دے گا۔ وہ اس کے نزدیک خدا اور رسول کے منشاء کے مطابق ہی ہوگا۔ اس صورت میں اگر کوئی فرد خلیفۂ وقت کے حکم کی نافرمانی کرنے پر اس وجہ سے مصر ہو کہ اس کے نزدیک وہ حکم خدا اور رسول کے منشاء کے خلاف ہے تو اس کا مطلب دراصل یہ ہوگا کہ خدا اور رسول کے منشاء کو متعین کرنے کا آخری فیصلہ خلیفۂ وقت کے ہاتھ میں نہیں بلکہ قوم کے ہر فرد کے ہاتھ میں ہے جو کہ بالبداہت غلط ہے اور شدید قسم کے فساد فی الارض کے مترادف ہے پس فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تم اپنی عقل

سے ہر موقعہ پر یہ فیصلہ کر لیا کرو کہ اولی الامر کا حکم اللہ اور اس کے رسول کے منشاء کے خلاف ہے یا نہیں۔ خلفائے راشدین کی صورت میں باوجود ذہنی اجتہادی اختلاف کے ان کا ہر معروف حکم بہرحال قابل تسلیم ہوگا۔ ہاں دنیوی حکمرانوں کی صورت میں اگر وہ گناہ و معصیت کا حکم دیں تو انکار کیا جا سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے دراصل اولی الامر کو دو گروہوں میں تقسیم کیا ہے ایک وہ جو غلطی کر سکتے ہیں۔ گناہ کا حکم بھی دے سکتے ہیں اور خود بھی گناہ میں ملوث ہو سکتے ہیں دوسرے اولی الامر وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کے نیچے ہوتے ہیں جن کا تقرر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے جو دراصل رسول اور نبی کی کرسی پر بیٹھے ہوتے ہیں اور اپنی جماعت کے روحانی امام و پیشوا ہوتے ہیں اور انہیں عصمت صغریٰ حاصل ہوتی ہے ان کے متعلق یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ کبھی گناہ کے ارتکاب کا حکم دیں یا خود گناہوں میں ملوث ہو جائیں لہذا فردوہ الی اللہ والرسول کا مطلب یہ ہے کہ تم یہ دیکھو کہ حکم دینے والا اللہ اور رسول کے احکام کے ماتحت کس گروہ کا فرد ہے اگر وہ دوسرے گروہ کا فرد ہے یعنی روحانی آئمہ اور خلفائے راشدین مہدیین میں سے ہے تو اس کا حکم بہرحال قابل تسلیم ہوگا (بحوالہ خلافت راشدہ تقریر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ برجلسہ سالانہ) اگر کسی شخص کے نزدیک کوئی روحانی امام کفر بواح کا حکم صادر کر رہا ہو جس کے خلاف اس فرد کے پاس قرآن کریم کی نص صریح موجود ہو تو پھر اس کا فرض ہے کہ پہلے اس کی روحانی امامت کا انکار کرے اور پھر اس کی نافرمانی کرے لیکن اگر وہ شخص اپنے فیصلے میں غلطی پر ہوگا تو شدید وعید کا مستحق ہوگا۔

اب وہ احادیث نقل کی جاتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اولی الامر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر گروہ کے متعلق الگ الگ احکام صادر فرمائے ہیں پہلی قسم کے اولی الامر وہ ہیں جو گناہ اور غلطی خود بھی کر سکتے ہیں اور دوسروں کو بھی گناہ اور غلطی کے مرتکب ہونے کا حکم دے سکتے ہیں بخاری شریف کی ایک حدیث ہے:- عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيْمَا اَحَبَّ وَكَرِهَ اِلَّا اَنْ يُّؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ فَاِنْ اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ۔

یعنی حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ ایک مسلمان شخص کا فرض ہے کہ وہ حکم کو سنے اور خوشی سے اسکی تعمیل کرے خواہ وہ اس حکم کو پسند کرے یا ناپسند کرے سوائے اس کے کہ اسے کسی گناہ کے مرتکب ہونے کا حکم دیا جائے۔ اگر اسے گناہ کا حکم دیا جائے تو نہ وہ بات کو سنے اور نہ اطاعت کرے پس جہاں تک پہلی قسم کے امراء و حکام کا تعلق ہے ان کے متعلق یہی حکم ہے کہ اگر وہ گناہ کا حکم دیں تو ان کی اطاعت نہ کی جائے بالکل اسی طرح جس طرح کہ جسم انسانی میں اگر کوئی زہرناک اور مضر غذا معدے میں داخل ہونے کی کوشش کرتی ہے تو معدہ قے کر دیتا ہے اور اسے قبول نہیں کرتا

ایک اور روایت میں آنحضرت صلعم کا ارشاد یہ ہے :-

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بن صامت سے روایت ہے۔

بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ وَالْعُسْرِ وَالْیُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَکْرَہِ وَعَلٰی اَثَرَۃٍ عَلَیْنَا وَعَلٰی اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَھْلَہٗ وَعَلٰی اَنْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ اَیْنَمَا کُنَّا۔ لَا نَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَھْلَہٗ اِلَّا اَنْ تَرَوْا کُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَکُمْ مِنَ اللّٰہِ فِیْہِ بُرْھَانٌ (متفق علیہ)

(مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضاء)

یعنی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اس بات پر کہ ہم حکم دینے والے کے حکموں کو سنیں گے اور خوشی سے ان کی تعمیل کریں گے خواہ تنگی ترشی ہو خواہ خوشحالی ہو خواہ ہم ان حکموں پر رضامند ہوں یا انہیں ناپسند کرتے ہوں اور خواہ ہم پر غیر مستحق لوگوں کو ترجیح دی جا رہی ہو اور ہم نے یہ بھی وعدہ کیا کہ ہم کسی شخص کو کوئی معاملہ سپرد کر کے پھر اس کے بارے میں اس سے کوئی جھگڑا نہیں کریں گے یعنی اس کے فیصلوں کو قبول کریں گے لیکن آپ صلعم نے ہم سے یہ بھی وعدہ لیا کہ ہم اصلاح وارشاد کے عمل کو بھی قرآن کریم کے احکام کے تحت موقعہ محل کی رعایت سے ضرور جاری رکھیں گے یعنی خواہ ہم کہیں بھی ہوں اور کسی حالت میں بھی ہوں مناسب موقعہ اور مقام پر کلمہ حق ضرور کہیں گے اور اللہ تعالےٰ کی رضا کی خاطر اس بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں کریں گے اور ایک روایت میں ہے کہ ہم کسی شخص کو کوئی معاملہ سپرد کر کے پھر اس سے جھگڑا نہیں کریں گے سوائے اس کے کہ تمہاری رائے میں وہ حکم کھلے کھلے کفر کے مرتکب ہونے کا ہو جس کے خلاف تمہارے پاس اللہ تعالےٰ کی طرف سے روشن دلیل یعنی قرآن کریم کی قطعی اور صریح نص ہو۔ اس روایت کو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے اس حدیث میں حق بات کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے احکام کے تابع رہتے ہوئے مناسب طریق پر حکام کو ان کی غلطیوں کی طرف دلیری سے توجہ دلائی جائے۔ یہ مراد نہیں کہ ہم جابجا ان کے خلاف پروپیگنڈہ کریں جس سے فتنہ پیدا ہونے کا احتمال ہو اور ہم غیبت کے مرتکب سمجھے جائیں۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ میرے بعد بعض ظالم حکام ہوں گے جو لوگوں کے حقوق تلف کریں گے تو صحابہ نے عرض کیا کہ

اَفَلَا نُنَابِذُھُمْ قَالَ لَا مَا اَقَامُوْا فِیْکُمُ الصَّلٰوۃَ۔ لَا مَا اَقَامُوْا فِیْکُمُ الصَّلٰوۃَ۔

کیا ہم ان کی اطاعت کو ترک نہ کردیں۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم ان کے خلاف بغاوت ہرگز نہ کرنا جب تک وہ تمہارے درمیان نماز باجماعت کو قائم رکھیں، میں پھر کہتا ہوں کہ بغاوت نہ کرنا جب تک وہ تمہارے درمیان نماز باجماعت کو قائم رکھیں۔ نماز باجماعت وحدت اور اتحاد کی ایک عملی تصویر ہے۔ تو اسلام کا حکم یہی ہے کہ جب تک کسی حاکم کے ذریعہ سے کسی اسلامی جماعت کا اتحاد قائم ہے تو جہاں تک ہو سکے اسلامی احکام کے مطابق وہ انکی اطاعت کریں اور ان کے چھوٹے موٹے ظلموں کو برداشت کرلیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ان کے حاکم کی اصلاح کر دے یا اس کو بدل دے کیونکہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور ہر قسم کے تصرّف پر پورا پورا اقتدار رکھتا ہے جیسے کہ فرمایا:-

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا (الکہف رکوع ۶)

ایک اور روایت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم ظالم حکام کو ان کا حق ادا کرو اور اپنا حق خدا سے مانگو۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ پہلی قسم کے اولی الامر کی صورت میں اسلام کا حکم یہی ہے کہ ہر حالت میں عسر میں یسر میں رضامندی و ناراضگی میں چھوٹے موٹے مظالم اور ناانصافیوں کے باوجود نافرمانی نہ کی جائے ہاں مناسب اور جائز طریق سے اصلاح کی کوشش کی جائے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کی جائیں ہاں صریح گناہ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور کفر بواح کی صورت میں ایسے حکام کی اطاعت ترک کیا جاسکتا ہے۔

اب میں دوسرے قسم کے اولی الامر کو لیتا ہوں جو انبیاءؑ کے اظلال ہوتے ہیں اور خلفائے راشدین کہلاتے ہیں ان کے متعلق یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ ہمیں گناہ معصیت اور شریعت کے خلاف امور کے ارتکاب کا حکم دیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب پر زد پڑے گی کہ اس نے اس قسم کے لوگوں کو اس روحانی منصب پر مقرر ہی کیوں کیا چنانچہ عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے

صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهُ الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهُ الْقُلُوْبُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَأَنَّ هٰذِهٖ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا۔ فَقَالَ أُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَإِنَّهٗ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ فَتَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صـ ۱۲۶)

یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک دن صبح کی نماز پڑھائی۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں نہایت ہی پراثر وعظ کیا جس کے اثر سے آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور دل دھڑکنے لگے تو ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ وعظ الوداعی خطاب ہے اگر یہی بات ہے تو آپؐ فرمائیں کہ آپؐ کس بات کی ہمیں خاص کر نصیحت کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اور احکام کو سنو اور خوشی سے انکی تعمیل کرو۔ خواہ وہ حکم دینے والا ایک حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ پس تم پر واجب ہے کہ میری سنّت پر عمل پیرا رہو اور اسیطرح سے خدا تعالےٰ کی طرف سے ہدایت پانے والے خلفائے راشدین کی سنّت پر بھی۔ اور اسے مضبوطی سے تھامے رکھو بلکہ اسے اپنے دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑے رکھو۔ دیکھنا دین میں نئے پیدا ہونے والے امور سے بچنا۔ کیونکہ ہر نیا پیدا ہونے والا امر (جسے خدا اور رسولؐ کے حکموں کی طرح دینی حیثیت دے دی جاتی ہے) بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

حدیث مندرجہ بالا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کی سنّت پر عمل کرنا اسی طرح ضروری قرار دیا ہے جس طرح اپنی سنت پر۔ جس سے معلوم ہوا کہ خلفائے راشدین جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے مقرر کئے جاتے ہیں۔ جو بھی فیصلہ کریں، جو بھی طریق عمل رائج کریں اس پر عمل پیرا ہونا ہر مسلمان کا فرض ہے

خلفائے راشدین کے زمانے میں ان کی اپنی نیابت میں جو بھی تنظیم قائم کی جائے اسکی اطاعت کرنا بھی اسی طرح فرض ہے جس طرح کہ خلفائے راشدین کی۔ چونکہ یہ تنظیم انہی کی طرف سے مقرر کی جاتی ہے اور تنظیم کے افسران وہی اختیارات استعمال کرتے ہیں جو انہیں خلفاء کی طرف سے تفویض کئے جاتے ہیں۔

اپنے مرتبہ و فرائض کا تعین

اسلامی معاشرہ کے ہر رکن کا فرض ہے کہ وہ اپنی حیثیت اور مقام کا تعین کرے جو شخص معاشرے کے لئے بمنزلہ دل و دماغ کے ہے وہ دل و دماغ کا کام کرے اور جو لوگ بمنزلہ جوارح ہیں وہ اپنا اپنا مخصوص کام کریں اگر قوم کے عوام جو امام، امیر یا لیڈر کے لئے بمنزلہ جوارح کے ہوتے ہیں اسکی اطاعت سے یا نظام کی اطاعت سے روگردان ہو جائیں تو کوئی صحت مند معاشرہ قائم نہیں ہو سکتا۔ ایسا معاشرہ فالج زدہ قرار دیا جائے گا جس طرح جسم انسانی میں اگر کوئی عضو دماغ کے حکم کی تعمیل نہیں کر سکتا تو فالج کی مرض متعین کی جاتی ہے۔ اسی اصول کی طرف علاوہ اور مضامین کے یہ حدیث نبوی بھی اشارہ کرتی ہے مَا هَلَكَ امْرُؤٌ عَرَفَ قَدْرَهُ۔ یعنی جو شخص اپنی قدر کو پہچان لے وہ ہلاک نہیں ہوتا یعنی مسلمان معاشرے کا ایک فرد جب اپنے مقام اور فرائض کا تعین کر لیتا ہے اور اس کے مطابق اپنے خیالات، جذبات و

اعمال کو ڈھال لیتا ہے تو وہ ایک صحت مند معاشرے کا عضو بنتا ہے اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کے کاموں میں خواہ مخواہ دخل اندازی نہ کرے سوائے اس کے کہ دین یا قانون وقت کا تقاضا ہو۔ وہ جتنی الوسع اپنے ایمان کی اصلاح کرے اور اپنے فرائض کی بجا آوری میں ہی ہر وقت کوشاں رہے اس امر کی طرف یہ حدیث نبوی بھی جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے اشارہ کرتی ہے :-

خیر اسلام المرء ترک ما لا یعنیہ۔ یعنی ایک انسان کا بہترین اسلام یہ ہے کہ جو امور براہ راست اس سے متعلق نہیں ان سے علیحدہ رہے اور صرف اپنا کام ہی کرے۔ جسم انسانی میں نظام عصبی کا ایک کام یہ ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے ہر عضو کی تکلیف یا بیماری کی خبر دماغ کو پہنچتی ہے اور دماغ فوری طور پر اس تکلیف کے تدارک کی تدبیر میں مصروف ہو جاتا ہے۔ معاشرہ اسلامی میں بالکل اسی طرح سے قوم کے لیڈروں اور امراء کو ایسا انتظام قائم کرنا چاہیئے کہ قوم کے ادنیٰ سے ادنیٰ رکن کی تکلیف کی خبر انہیں فوری طور پر پہنچے انہیں ان امور کا پورے طور پر احساس ہونا چاہیئے اور ہر وقت ان کے تدارک میں کوشاں رہنا چاہیئے۔ قوم کے لیڈروں اور امراء کو عوام کی تکالیف سے اسی طرح دکھ محسوس کرنا چاہیئے جس طرح جسم انسانی میں کسی عضو کی تکلیف پر دماغ دکھ محسوس کرتا ہے۔ پھر ایسا انتظام بھی ہونا چاہیئے کہ کسی ایک بھائی کی تکلیف کو قوم کے سب افراد محسوس کریں اور اس کے تدارک کی تدبیر کریں اگر قوم میں یہ انتظام اور روح قائم نہیں تو کبھی بھی ایک صحت مند معاشرہ کی تعمیر نہیں ہو سکتی اسی امر کی طرف وہ حدیث نبوی بھی اشارہ کرتی ہے جس کا ذکر مضمون کی پہلی قسط میں کیا گیا تھا کہ اسلامی معاشرے کے افراد ایک دوسرے پر رحم، محبت و حسن سلوک کے ساتھ جسم انسانی کے اعضاء کی طرح سے جھکتے ہیں اور ایک دوسرے کی تکلیف میں شریک ہوتے ہیں اور سب مل کر اس کی اس تکلیف کے تدارک کی کوشش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے قومی و جماعتی نظام عصبی کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم جسم انسانی کے اعضاء کی طرح اپنے جماعتی "دل و دماغ" کے احکام کی خوشی سے تعمیل کریں اور ہمارے ذریعہ سے دنیا ایک صحت مند۔ زندہ۔ اسلامی معاشرے کا نمونہ دیکھے جس کے افراد جسم کے اعضاء کی طرح ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوں آمین ثم آمین۔

آخر میں اس حصہ مضمون کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک اقتباس پر ختم کرتا ہوں فرماتے ہیں :-

"جماعت کے باہم اتفاق و محبت پر میں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجود واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑا ہونے کا حکم اسی لئے ہے کہ باہم اتحاد ہو۔ برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کریگی

اگر اختلاف ہو، اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہو گے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو اور ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرو۔ اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو۔ کیسی اعلیٰ درجہ کی بات ہے اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہوگی۔ میں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں اول خدا کی توحید اختیار کرو دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہ میں پیدا ہوئی تھی۔ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ۔ یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے وہ مصیبت اور بلا میں ہے اس کا انجام اچھا نہیں۔"

(الحکم ۱۷ اپریل ۱۹۰۰ء)

بحوالہ ملفوظات جلد دوم صفحہ ۴۸، ۴۹)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود علیہ السلام کے منشاء کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین برحمتک یا ارحم الراحمین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

دو قسم کے اولوالامر

"اسلام کے بادشاہ جن کے ہاتھ میں عنانِ حکومت ہے ان کی اطاعت کرنی چاہیئے، وہ بھی ایک قسم کے اولوالامر ہوتے ہیں۔ لیکن اصل اولوالامر وہی ہوتے ہیں جن کی زندگی پاک ہوتی ہے اور ایک بصیرت اور معرفت جن کو ملتی ہے اور وہ خدا تعالیٰ سے امر پاتے ہیں یعنی مامور الہیٰ۔"

(ملفوظات جلد ۷ ص ۳۲)

ضمیمہ ماہنامہ انصاراللہ بابت ماہ اگست ۱۹۶۵ء

نتیجہ امتحان انصاراللہ سہ ماہی دوم

۱۳/۱۱ جون ۱۹۶۵ء کو اراکین انصاراللہ سے ترجمہ نصف اوّل پارہ ششم اور سورۃ صف (حفظ) کا امتحان لیا گیا تھا۔ اس میں مکرم میاں عبدالقیوم صاحب کوئٹہ اوّل اور مکرم محمد احمدؐ صاحب فاضل کوئٹہ دوم آئے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ (آمین)

(قائد تعلیم مجلس انصاراللہ مرکزیہ ربوہ)

معیار اوّل

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۱	دوالمیال	مکرم قاضی ملک عبدالرحمٰن صاحب	اوّل
۲	”	مکرم ملک علی حیدر صاحب	”
۳	”	مکرم عبدالغنی صاحب	دوم
۴	”	مکرم حبیب اللہ خان صاحب	”
۵	”	مکرم مولا بخش صاحب	”
۶	دارالرحمت غربی	مکرم فضل الٰہی صاحب	اوّل
۷	”	حاجی محمد فاضل صاحب	دوم
۸	”	مکرم محمد تقی صاحب	”
۹	”	محمود احمدؐ صاحب	اوّل
۱۰	”	خان میر خان صاحب	”
۱۱	”	محمد اقبال حسین صاحب	”
۱۲	”	حکیم عبدالرحمان شاہ صاحب	دوم

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۱۳	دارالرحمت غربی	کیپٹن محمد سعید صاحب	دوم
۱۴	”	صوفی عطا محمد صاحب	اوّل
۱۵	”	محمد عبداللہ صاحب	”
۱۶	دارالبرکات	ماسٹر امام علی صاحب	”
۱۷	”	ماسٹر ضیاء الدین صاحب ارشد	”
۱۸	”	مرزا محمد صادق صاحب	”
۱۹	”	غلام رسول صاحب	”
۲۰	”	حبیب الرحمٰن صاحب	”
۲۱	”	غلام مرتضیٰ صاحب	”
۲۲	دارالرحمت شرقی	مرزا برکت علی صاحب	”
۲۳	سکھر	مکرم صوفی محمد رفیع صاحب	دوم
۲۴	”	مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب	”
۲۵	”	مکرم میاں غلام محمد صاحب	”
۲۶	دارالصدر شرقی	مکرم عبیداللہ صاحب	اوّل

۲۷	دارالصدر شرقی	ماسٹر حمید احمد صاحب سنیاسی	دوم
۲۸	"	صوفی رمضان علی صاحب	اول
۲۹	"	عباس علی شاہ صاحب	"
۳۰	گولیکی	مکرم پیرزادہ فیض عالم صاحب	"
۳۱	"	پیر محمد اکبر صاحب سقراط	"
۳۲	"	پیر محمد اکبر شاہ صاحب	"
۳۳	"	خوشی محمد صاحب	دوم
۳۴	"	ماسٹر اللہ دتہ صاحب	"
۳۵	خوشاب	مکرم ملک نصر اللہ خان صاحب	"
۳۶	"	شیخ بشارت احمد صاحب ہیڈ کلرک	"
۳۷	"	مکرم محمد فیروز خان صاحب	"
۳۸	کنری	مکرم فضل دین صاحب طارق	اول
۳۹	"	سید بشیر حسین شاہ صاحب	دوم
۴۰	"	مولوی عبد الباقی صاحب	"
۴۱	"	سید عمر شاہ صاحب	"
۴۲	"	عبد العزیز صاحب	"
۴۳	"	ماسٹر فضل کریم صاحب	"
۴۴	"	مکرم احمد دین صاحب	اول
۴۵	پشاور	خلیل الرحمن صاحب	دوم
۴۶	"	رکن الدین صاحب	"
۴۷	"	نیاز قطب احمد صاحب بٹ	"
۴۸	"	عبد الغفور صاحب	"
۴۹	"	مرزا عبد الحمید صاحب	اول
۵۰	"	مکرم محمد الطاف صاحب	"
۵۱	"	خواجہ محمد شریف صاحب احمدی	"
۵۲	پشاور	عبد الکریم صاحب	اول
۵۳	مسن باڈہ	مکرم منشی محکم الدین صاحب	دوم
۵۴	سیالکوٹ	مکرم محمد اقبال صاحب	"
۵۵	"	اللہ دتہ صاحب	اول
۵۶	چک 8/N.B.	مکرم احمد الدین صاحب	"
۵۷	گھمولا ورکاں	مکرم چوہدری نور محمد صاحب	"
۵۸	"	ماسٹر بشیر احمد صاحب	"
۵۹	حویلیاں	مکرم محمد نصیب صاحب عارف	"
۶۰	"	غلام حسین صاحب	دوم
۶۱	"	صوبیدار مشتاق احمد صاحب	"
۶۲	"	ملک بشارت احمد صاحب	"
۶۳	"	مکرم احمد علی خان صاحب	"
۶۴	جہلم شہر	مکرم مولوی عبد الکریم صاحب	"
۶۵	"	حوالدار محمد ابراہیم صاحب	"
۶۶	"	حکیم محمد عبد اللہ صاحب	اول
۶۷	سول لائن	مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ	دوم
۶۸	"	ڈاکٹر عبد الواحد خان صاحب	اول
۶۹	کرشن نگر	عبد الجلیل صاحب عشرت	"
۷۰	سول لائن	نعیم احمد شاہ صاحب	دوم
۷۱		منشی سربلند صاحب موصی، صحابی	اول
۷۲	"	مولوی نذیر احمد صاحب	"
۷۳	گھمیانہ	سردار محمد صاحب	دوم
۷۴	جھنگ صدر	احمد الدین صاحب	اول
۷۵	"	ایم علی محمد صاحب	"
۷۶	"	سراج دین صاحب	"

۷۷	راولپنڈی	بشیر احمد صاحب بھٹی	اول
۷۸	"	عبدالقادر صاحب بھٹی	"
۷۹	"	نائب صوبیدار مختار محمد صاحب	دوم
۸۰	"	قاضی محمد نذیر صاحب	"
۸۱	"	حافظ مبین الحق صاحب	اول
۸۲	"	مکرم ملک محمد شریف صاحب	"
۸۳	"	مکرم چوہدری فضل احمد صاحب	"
۸۴	ڈاور	مکرم مہر محمد حیات صاحب	اول
۸۵	"	(بغیر نام)	دوم
۸۶	کوئٹہ	صوبیدار میجر عبدالرحمن صاحب پنشنر	اول
۸۷	کوئٹہ چھاؤنی	صوبیدار محمد شریف صاحب	"
۸۸	کوئٹہ	قاضی شرف الدین صاحب	"
۸۹	"	میاں عبدالقیوم صاحب	"
۹۰	"	مکرم محمد عیسیٰ جان صاحب	"
۹۱	"	چوہدری محمد عبداللہ صاحب ڈار	"
۹۲	"	غلام مصطفےٰ صاحب صادق	دوم
۹۳	"	محمد عبدالحق صاحب جنجوعہ	"
۹۴	"	سید عبدالرشید صاحب	اول
۹۵	"	میاں عبدالکریم صاحب ہیڈ ماسٹر	"
۹۶	"	صوبیدار نواب دین صاحب	دوم
۹۷	"	فیض الحق خان صاحب	اول
۹۸	"	محمد احمد صاحب فاضل	"
۹۹	دارالصدر غربی	چوہدری محفوظ الرحمن صاحب	دوم
۱۰۰	"	قاری محمد امین صاحب	"
۱۰۱	"	ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب	اول
۱۰۲	دارالصدر غربی	چوہدری اللہ بخش صاحب	اول
۱۰۳	کراچی	مرزا سردار محمد صاحب	دوم
۱۰۴	جیکب لائن	شیخ رحمت اللہ صاحب پنشنر	اول
۱۰۵	مالیر	مولوی عبدالکریم صاحب	دوم
۱۰۶	کرم سوامی	خان رفیع الزمان خان صاحب	اول
۱۰۷	عزیز آباد	چوہدری عبدالمجید صاحب	دوم
۱۰۸	"	چوہدری نذیر احمد صاحب	"
۱۰۹	مارٹن روڈ	آفتاب احمد صاحب بسمل	اول
۱۱۰	"	سید محمد یوسف شاہ صاحب	"
۱۱۱	"	چوہدری عزیز اللہ صاحب	"
۱۱۲	ناظم آباد	محمد شفیع خان صاحب نجیب آبادی	"
۱۱۳	"	ملک عبدالرحمان صاحب	"
۱۱۴	"	ملک الطاف الرحمان صاحب	دوم
۱۱۵	"	مولوی عبدالحمید صاحب	اول
۱۱۶	"	چوہدری سلطان محمود صاحب	"
۱۱۷	"	ملک نصیر احمد صاحب	دوم
۱۱۸	سنت نگر لائلپور	محمد امین الدین صاحب طاہر	"
۱۱۹	کیپال کالونی	ایم عیسیٰ خان صاحب	اول
۱۲۰	کرہ نور محل	عبدالحمید صاحب آصف	"
۱۲۱	چک ۲۶۸ ج ب گھکھووال	محمد یعقوب صاحب	"
۱۲۲	کیپال کالونی لائلپور	عطا حسین شاہ صاحب	دوم
۱۲۳	لائلپور	سید عالم شاہ صاحب	اول
۱۲۴	غلام محمد آباد کالونی	صدیق احمد صاحب	دوم
۱۲۵	"	مکرم خورشید احمد خان صاحب	اول
۱۲۶	"	پیر عبدالرحمن صاحب	دوم

۱۲۷ چک ۱۶۵/۹ منگلا مکرم اللہ بخش صاحب اوّل اول
۱۲۸ دار الیمن غربی سردار محمد صاحب کاتب ″
۱۲۹ ″ ماسٹر محمد اسمٰعیل صاحب عثمانی ″
۱۳۰ ″ سراج دین صاحب جمعدار پنشنر ″
۱۳۱ ″ محمد اسماعیل صاحب ″
۱۳۲ آئینہ کریم پورہ مکرم حکیم عبد الرحمٰن صاحب اول
۱۳۳ محمود آباد راجہ فضل احمد صاحب ″
۱۳۴ ″ ملک محمد شریف صاحب دوم

معیار دوم

۱ دولمیال مکرم جمعدار فضل الٰہی صاحب دوم
۲ ″ کپتان شیر زمان صاحب اول
۳ ″ احمد خان صاحب راشد ″
۴ ″ عبد الحمید صاحب دوم
۵ ″ امیر علی صاحب ″
۶ ″ مستری غلام محمد صاحب ″
۷ ″ جمعدار عبد اللہ خان صاحب اول
۸ کنری چوہدری رحمت اللہ صاحب ″
۹ کنری اکبر علی صاحب اول
۱۰ ″ اللہ بخش صاحب ″
۱۱ گرمولا ورکاں خواجہ عبد العزیز صاحب ″
۱۲ ″ میاں محمد ابراہیم صاحب ″
۱۳ ″ غلام محمد صاحب دوم
۱۴ ″ غلام احمد صاحب ″
۱۵ ″ مکرم عبد اللطیف صاحب ″
۱۶ ″ جمال الدین صاحب اول
۱۷ ″ نور محمد صاحب دوم
۱۸ ″ فیروز الدین صاحب ″
۱۹ ″ حسن محمد صاحب ″
۲۰ ″ جمال دین صاحب ″
۲۱ ″ میاں نیک محمد صاحب ″
۲۲ ″ میاں ہدایت اللہ صاحب ″
۲۳ ″ محمد الٰہی صاحب ″
۲۴ ″ غلام حسین صاحب سوم
۲۵ ″ حسن محمد صاحب ″
۲۶ ″ عبد الرحیم صاحب دوم

(ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

ساری خطا کاریوں کی جڑ دنیا کی محبت ہے

اس میں اندھا ہو کر انسان انسانیت سے نکل جاتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

''یہ خوب یاد رکھو کہ جو شخص خدا تعالیٰ کے لئے ہو جاوے خدا تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کسی کے دھوکہ میں نہیں آتا۔ اگر کوئی یہ چاہے کہ ریاکاری اور فریب سے خدا تعالیٰ کو ٹھگ لوں گا تو یہ حماقت اور نادانی ہے۔ وہ خود ہی دھوکہ کھا رہا ہے۔ دنیا کی زیب، دنیا کی محبت ساری خطا کاریوں کی جڑ ہے۔ اس میں اندھا ہو کر انسان انسانیت سے نکل جاتا ہے اور نہیں سمجھتا کہ میں کیا کر رہا ہوں اور مجھے کیا کرنا چاہئیے تھا۔ جس حالت میں عقلمند انسان کسی کے دھوکہ میں نہیں آسکتا تو اللہ تعالیٰ کسی کے دھوکہ میں کیونکر آسکتا ہے۔ مگر ایسے افعال بد کی جڑ دنیا کی محبت ہے۔ اور سب سے بڑا گناہ جس نے اس وقت مسلمانوں کو تباہ کر رکھا ہے اور جس میں وہ مبتلا ہیں وہ یہی دنیا کی محبت ہے۔ سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے ہر وقت لوگ اسی غم و ہم میں پھنسے ہوئے ہیں اور اس وقت کا لحاظ اور خیال بھی نہیں کہ جب قبر میں رکھے جاویں گے ایسے لوگ اگر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور دین کے لئے ذرا بھی ہم و غم رکھتے تو بہت کچھ فائدہ اٹھا لیتے۔ سعدی کہتا ہے۔ گر وزیر از خدا بترسیدے

ملازم لوگ تھوڑی سی نوکری کے لئے اپنے کام میں کیسے چست چالاک ہوتے ہیں لیکن جب نماز کا وقت آجاتا ہے تو ذرا ٹھنڈا پانی دیکھ کر ہی رہ جاتے ہیں۔ ایسی باتیں کیوں پیدا ہوتی ہیں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت دل میں نہیں ہوتی۔ اگر خدا تعالیٰ کی کچھ بھی عظمت ہو اور مرنے کا خیال اور یقین ہو تو ساری سستی اور غفلت جاتی رہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ کی عظمت کو دل میں رکھنا چاہئیے اور اس سے ہمیشہ ڈرنا چاہئیے''

(الحکم ۱۷ جون ۱۹۰۶ء)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس گولبازار ربوہ میں طبع ہؤا